ارشاد باری تعالیٰ

اِنَّمَا یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّوۡقِعَ بَیۡنَکُمُ الۡعَدَاوَۃَ وَ الۡبَغۡضَآءَ فِی الۡخَمۡرِ وَ الۡمَیۡسِرِ وَ یَصُدَّکُمۡ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَ عَنِ الصَّلٰوۃِ ۚ فَہَلۡ اَنۡتُمۡ مُّنۡتَہُوۡنَ

(سورۃ المائدہ:92)

ترجمہ: شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض پیدا کردے اور تمہیں ذکرِ الٰہی اور نماز سے باز رکھے۔ تو کیا تم باز آجانے والے ہو؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ‏ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ‏ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّ اَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

جلد 70

ایڈیٹر
منصور احمد

ہفت روزہ بدر قادیان
Weekly BADAR Qadian

شمارہ 41

شرح چندہ
سالانہ 800 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50 پاؤنڈ یا
80 ڈالر امریکن
یا 60 یورو

www.akhbarbadrqadian.in

7 ربیع الاوّل 1443 ہجری قمری ● 14 اخاء 1400 ہجری شمسی ● 14 اکتوبر 2021ء

اخبار احمدیہ

الحمدللہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیروعافیت ہیں۔
سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 8 اکتوبر 2021 کو مسجد مبارک (اسلام آباد) ٹلفورڈ، برطانیہ سے بصیرت افروز خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ جمعہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں۔
احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت وتندرستی، درازئ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ وناصر ہو اور تائید ونصرت فرمائے۔ آمین۔

حقیقت میں جب تک انسان جھوٹ کو ترک نہیں کرتا، وہ مطہر نہیں ہوسکتا

نابکار دنیادار کہتے ہیں کہ جھوٹ کے بغیر گزارہ نہیں ہوتا، یہ ایک بیہودہ گوئی ہے

جو لوگ اپنی قوتِ بازو پر بھروسہ کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کو چھوڑتے ہیں ان کا انجام اچھا نہیں ہوتا

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

جھوٹ ترک کئے بغیر انسان مطہر نہیں ہوسکتا

حقیقت میں جب تک انسان جھوٹ کو ترک نہیں کرتا، وہ مطہر نہیں ہوسکتا۔ نابکار دنیادار کہتے ہیں کہ جھوٹ کے بغیر گزارہ نہیں ہوتا۔ یہ ایک بیہودہ گوئی ہے۔ اگر سچ سے گزارہ نہیں ہوسکتا، تو جھوٹ سے ہرگز نہیں ہوسکتا۔ افسوس ہے کہ یہ بدبخت خدا کی قدر نہیں کرتے۔ وہ نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ کے فضل کے بدوں گزارہ نہیں ہو سکتا۔ وہ اپنا معبود اور مشکل کشا جھوٹ کی نجاست کو سمجھتے ہیں۔ اسی لیے خدا تعالیٰ نے جھوٹ کو بتوں کی نجاست کے ساتھ وابستہ کرکے قرآن کریم میں بیان کیا ہے۔ یقیناً سمجھو کہ ہم ایک قدم کیا ایک سانس بھی خدا کے فضل کے بغیر نہیں لے سکتے۔ ہمارے جسم میں کیا کیا قویٰ ہیں، لیکن ہم اپنی طاقت سے کیا کرسکتے ہیں؟ کچھ بھی نہیں۔

خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے معنی

جو لوگ اپنی قوتِ بازو پر بھروسہ کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کو چھوڑتے ہیں ان کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ رہنے کا نام خدا پر بھروسہ ہے۔ اسباب سے کام لینا اور خدا تعالیٰ کے عطا کردہ قویٰ کو کام میں لگانا یہ بھی خدا تعالیٰ کی قدر ہے جو لوگ ان قویٰ سے کام نہیں لیتے اور منہ سے کہتے ہیں کہ ہم خدا پر بھروسہ کرتے ہیں وہ بھی جھوٹے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کی قدر نہیں کرتے۔ خدا تعالیٰ کو آزماتے ہیں اور اس کی عطا کی ہوئی قوتوں اور طاقتوں کو لغو قرار دیتے ہیں اور اس طرح پر اسکے حضور شوخی اور گستاخی کرتے ہیں۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ کے مفہوم سے دور جا پڑتے ہیں اس پر عمل نہیں کرتے، اور اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ کا ظہور چاہتے ہیں، یہ مناسب نہیں۔ جہاں تک ممکن اور طاقت ہو رعایتِ اسباب کرے، لیکن ان اسباب کو اپنا معبود اور مشکل کشا قرار نہ دے، بلکہ کام لے کر پھر تفویض الی اللہ کرے اور اس بات پر سجدات شکر بجالائے کہ اسی خدا نے وہ قویٰ اور طاقتیں اس کو عطا فرمائی ہیں۔

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 333، مطبوعہ 2018 قادیان)

جنت سُستُ الوجودوں کی سرائے نہیں بلکہ اس میں رہنے والے بھی کام کرینگے، اگر کام نہ کرنا ہوتا تو تکان کی نفی کی کیا ضرورت تھی

جنت کا سارا مزا اس میں ہے کہ جذبات کی کشمکش سے آزاد ہوکر انسان اپنی عبادات میں لذت ہی لذت محسوس کریگا

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سورۃ الحجر آیت 49 لَا یَمَسُّہُمۡ فِیۡہَا نَصَبٌ وَّ مَا ہُمۡ مِّنۡہَا بِمُخۡرَجِیۡنَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

فرمایا ان کو جنت میں نہ کسی قسم کی تکان پہنچے گی اور نہ وہ اس سے نکالے جائیں گے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ جنت میں بھی انسان کام کریں گے لیکن فرق یہ ہوگا کہ وہاں فنا نہ ہوگی کیونکہ تکان فنا کی علامت ہوتی ہے۔ تکان کے معنی ہی یہ ہوتے ہیں کہ انسان کے جسم سے کچھ ذرّات چربی یا اور کسی مفید جزو کے نکل گئے ہیں اور تکان کام چھوڑنے اور آرام کرنے کیلئے طبیعت کا اعلام ہوتا ہے یا غذا کھانے کیلئے۔ مَیں نے ایک طب کی کتاب میں پڑھا ہے کہ ہاتھ کی ایک حرکت میں انسانی جسم کے کئی ملین سیل ضائع ہوجاتے ہیں۔ پس کچھ مدت کام کرنے کے بعد جب تھکان محسوس ہوتی ہے وہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ جسم سے کافی طاقت ضائع ہوچکی ہے اب اس نقصان کا ازالہ کرو۔ پس تکان فنا کی علامت ہے اور یہ کہہ کر کہ وہاں تکان نہ ہوگی یہ بتایا ہے کہ وہاں تحلیل جسم نہ ہوگی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غذا جو بدل ما یتحلل کے طور پر ہوتی ہے وہاں اس کا کام یہ نہ ہوگا کہ فنا شدہ کو پھر قائم کرے بلکہ مزید طاقت دینا کام ہوگا گویا اس زندگی میں قدم پیچھے کسی طرح نہ ہٹے گا صرف آگے ہی بڑھنا ہوگا۔

چونکہ اس عارضی فنا کے نتیجہ میں جو تکان کی صورت میں ظاہر ہوتی رہتی انسان کو موت آتی ہے کیونکہ آہستہ آہستہ جسم کی قوتیں ضائع ہوجاتی ہیں اور جنت میں اس قسم کے نقصان کی نفی فرمائی ہے اس لئے فرمایا کہ وہ وہاں سے نکالے نہ جائیں گے یعنی اب ان کیلئے کوئی موت نہیں۔

یاد رہے کہ جنت ایک روحانی مقام ہے اور گو تمثیلی زبان میں اسکی نعماء کو دُنیا کی نعماء سے مشابہت دی گئی ہے لیکن درحقیقت اسکی نعمتیں ایسی ہیں کہ انسانی دماغ انہیں سمجھ ہی نہیں سکتا۔ اس آیت میں درحقیقت اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اس دنیا میں تو انہیں شیطانوں سے جدوجہد کرنی پڑتی تھی وہاں وہ اس جدوجہد سے بالکل بچ جائینگے اور ان کے دل ہر کوفت سے محفوظ ہوجائیں گے اور نہ عارضی طور پر شیطان ان کو نقصان پہنچا سکے گا نہ مستقل طور پر۔

اس آیت سے یہ بھی استدلال ہوتا ہے کہ جنت سست الوجودوں کی سرائے نہیں بلکہ اس میں رہنے والے بھی کام کرینگے کیونکہ اگر کام نہ کرنا ہوتا تو تکان کی نفی کی کیا ضرورت تھی۔ پس جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جنت ایک کھانے پینے اور عیش کرنے کا مقام ہے وہ غلطی کرتے ہیں۔ جنت تو عبودیت کا اصل مقام ہے جیسے فرمایا فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ ۙ وَ ادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ (سورۃ الفجر) یعنی کامل عبودیت کا مقام جنت میں داخلہ کے وقت حاصل ہوگا اور عبد کام کیا کرتا ہے نہ کہ سست بیٹھتا ہے۔ پس اصل کام کا مقام تو جنت ہی ہے جہاں انسان کامل عبد ہوجائے گا۔ جنت کا سارا مزا اس میں ہے کہ جذبات کی کشمکش سے آزاد ہوکر انسان اپنی عبادات میں لذت ہی لذت محسوس کریگا اور جس کام میں لذت حاصل ہو اس میں تکان محسوس نہیں ہوتی۔ عام طور پر مسلمان جنت کا نقشہ پؤر ہاؤس (مسکینوں کے رکھنے کی جگہ) کا سمجھتے ہیں کہ کام کچھ نہ کرینگے کھانا مفت ملتا رہے گا اور کوئی وہاں سے باہر بھی نہ نکالے گا۔ لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ۔

(تفسیر کبیر، جلد 4، صفحہ 83، مطبوعہ قادیان)

......☆......☆......☆......

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مسکین کی تعریف

(1476) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسکین وہ نہیں جو ایک دو لقمے کیلئے (دَر بدر) مانگتا پھرے بلکہ مسکین وہ ہے جو محتاج ہو اور شرمائے اور لوگوں کے پیچھے پڑ کر نہ مانگے۔

تضیع مال وکثرت سوال اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں

(1477) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو لکھا کہ مجھے کوئی ایسی حدیث لکھ کر بھیجیں جو آپؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ چنانچہ انہوں نے معاویہ کو لکھا: مَیں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپؐ فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین باتیں ناپسند فرمائی ہیں۔ بے فائدہ بات کرنا اور مال کو ضائع کرنا اور زیادہ سوال کرنا۔

(صحیح بخاری، جلد 3، کتاب الزکاۃ، مطبوعہ 2008 قادیان)

اس شمارہ میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انعامی چیلنج (اداریہ)
خطبہ جمعہ فرمودہ 10 ستمبر 2021ء (مکمل متن)
خطبہ جمعہ فرمودہ 17 ستمبر 2021ء (مکمل متن)
سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (از سیرت خاتم النّبیین)
سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (از سیرۃ المہدی)
اہم سوالات کے جوابات : از حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ
واقفین نو انڈونیشیا کی حضور انور سے ورچوئل ملاقات
رپورٹ سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ یو.کے 2021
رپورٹ سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ یو.کے 2021
قرآن مجید کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے: اعتراضات کے جوابات
خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بطرز سوال وجواب
نماز جنازہ غائب بر موقع جلسہ سالانہ UK
وصایا | اعلانات ودرخواست دعا
خلاصہ خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

جمیل احمد ناصر، پرنٹر وپبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر، نگران بدر بورڈ قادیان

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِنعامی چیلنج

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اِنَّ السُّمُوْمَ لَشَرُّ مَا فِي الْعَالَمِ ۞ شَرَّ السُّمُوْمِ عَدَاوَةُ الصُّلَحَاءِ

توریت اورانجیل قرآن کا کیا مقابلہ کریں گی؟

توریت اورانجیل کو علوم حکمیہ میں سورۃ فاتحہ کیساتھ بھی مقابلہ کرنیکی طاقت نہیں اگر پادری صاحبان اپنی کل کتابوں سے صرف سورۃ فاتحہ کا ہی مقابلہ کر دکھائیں تو ان کو پانچ سو روپے نقد انعام دینے کا پُرشوکت چیلنج اور حتمی وعدہ

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ انعامی چیلنج ہم آپ کی کتاب ”سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب“ رُوحانی خزائن جلد 12 سے پیش کررہے ہیں۔ سراج الدین عیسائی کے متعلق کتاب کے تعارف میں مولانا جلال الدین شمس صاحب رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ: ”سراج الدین صاحب پروفیسر ایف.سی. کالج لاہور پہلے تو مسلمان تھے پھر پادریوں سے میل جول اور اُن کے اعتراضات سے متأثر ہو کر عیسائی ہو گئے تھے مگر جب وہ 1897ء میں قادیان پہنچے اور چند روز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں رہے اور عیسائیت اور اسلام سے متعلق مختلف مسائل پر آپ سے گفتگو کی تو پھر اسلام کی فضیلت کے قائل ہو گئے اور نماز بھی پڑھنے لگے لیکن جب لاہور واپس گئے تو دوبارہ پادریوں کے دام میں پھنس گئے اور پھر عیسائیت اختیار کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں چار سوالات بغرض جواب ارسال کر دیئے۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے ان کے جوابات لکھ کر اور اُن کا نام ”سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب“ رکھ کر انہیں افادۂ عام کے خیال سے 22/جون 1897 کو رسالہ کی صورت میں شائع کر دیا۔“

عنوان سے ظاہر ہے کہ توریت و انجیل کو قرآن کریم کی پہلی سورۃ جو کہ سات آیات ہیں مقابلہ کی طاقت نہیں تو پھر پورے قرآن کا مقابلہ یہ کیسے کرسکتی ہیں۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پادری صاحبان کو چیلنج دیا کہ وہ اپنی کل ضخیم کتابوں سے جو کہ ستّر کے قریب ہونگی صرف سورۃ فاتحہ میں بیان حقائق و معارف کا مقابلہ کر دکھائیں تو اُن کو پانچ سو روپے کا بھاری انعام دیا جائے گا۔ لیکن کب کوئی اللہ کے اس پہلوان کے مقابل آیا تھا جواب آتا، کسی کو مقابلہ کی جرأت نہ ہوسکی اور نہ ہوسکتی تھی۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس دعویٰ کی سچائی کو ثابت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ قرآن و توریت و انجیل کا کچھ موازنہ کر کے دکھایا جائے۔ لہٰذا سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پُرشوکت انعامی چیلنج پیش کرنے سے قبل ذیل میں توریت و انجیل کا کچھ موازنہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

قرآن نے ہر زمانہ میں ایسے ہزاروں لوگ پیدا کئے جو خدا کی تجلیات کا مظہر تھے، کیا انجیل نے بھی ایسے لوگ پیدا کئے؟

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک بہت ہی بہترین موازنہ قرآن و حدیث کا اس رنگ میں فرمایا ہے کہ قرآن نے ہر زمانہ میں ہزاروں کی تعداد میں اولیاء اقطاب اور و ابدال پیدا کئے لیکن اگر انجیل نے بھی پیدا کئے تو اس کا ثبوت دینا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

یہ سوال کہ مذہب کا تصرف انسانی قویٰ پر کیا ہے انجیل نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ انجیل حکمت کے طریقوں سے دُور ہے لیکن قرآن شریف بڑی تفصیل سے بار بار اس مسئلہ کو حل کرتا ہے کہ مذہب کا یہ منصب نہیں ہے کہ انسانوں کی فطرتی قویٰ کی تبدیل کرے اور بھیڑیئے کو بکری بنا کر دکھلائے بلکہ مذہب کی صرف علّت غائی یہ ہے کہ جو قویٰ اور ملکات فطرتاً انسان کے اندر موجود ہیں ان کو اپنے محل اور موقعہ پر لگانے کے لئے رہبری کرے۔ مذہب کا یہ اختیار نہیں ہے کہ کسی فطرتی قوت کو بدل ڈالے۔ ہاں یہ اختیار ہے کہ اس کو محل پر استعمال کرنے کے لئے ہدایت کرے اور صرف ایک قوت مثلاً رحم یا عفو پر زور نہ ڈالے بلکہ تمام قوتوں کے استعمال کیلئے وصیّت فرمائے کیونکہ انسانی قوتوں میں سے کوئی بھی قوت بُری نہیں بلکہ افراط اور تفریط اور بداستعمالی بُری ہے اور جو شخص قابل ملامت ہے وہ صرف فطرتی قویٰ کی وجہ سے قابل ملامت نہیں بلکہ ان کی بداستعمالی کی وجہ سے قابل ملامت ہے۔ غرض قسام مطلق نے ہر ایک قوم کو فطرتی قویٰ کا برابر حصہ دیا ہے اور جیسا کہ ظاہری ناک اور آنکھ اور منہ اور ہاتھ اور پیر وغیرہ تمام قوموں کے انسانوں کو عطا ہوئے ہیں ایسا ہی باطنی قوتیں بھی سب کو عطا ہوئی ہیں۔ اور ہر ایک قوم میں بلحاظ اعتدال یا افراط اور تفریط کے اچھے آدمی بھی ہیں اور بُرے بھی۔ لیکن مذہب کے اثر کے رو سے کسی قوم کا اچھا بن جانا یا کسی مذہب کو کسی قوم کی شائستگی کا اصل موجب قرار دینا اُس وقت ثابت ہوگا کہ اس مذہب کے بعض کامل پیروؤں میں اس قسم کے روحانی کمال پائے جائیں جو دوسرے مذہب میں ان کی نظیر نہ مل سکے۔ سو میں زور سے کہتا ہوں کہ یہ خاصہ اسلام میں ہے۔ اسلام نے ہزاروں لوگوں کو اس درجہ کی پاک زندگی تک پہنچایا ہے جس میں کہہ سکتے ہیں کہ گویا خدا کی روح ان کے اندر سکونت رکھتی ہے قبولیت کی روشنی ان کے اندر ایسی پیدا ہوگئی ہے کہ گویا وہ خدا کی تجلیات کے مظہر ہیں۔ یہ لوگ ہر ایک صدی میں ہوتے رہے ہیں اور ان کی پاک زندگی بے ثبوت نہیں اور نرا اپنے منہ کا دعویٰ نہیں بلکہ خدا گواہی دیتا رہا ہے کہ ان کی پاک زندگی ہے۔

یاد رہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں اعلیٰ درجہ کی پاک زندگی کی یہ علامت بیان فرمائی ہے کہ ایسے شخص سے خوارق ظاہر ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ ایسے شخصوں کی دعا سنتا ہے اور ان سے ہم کلام ہوتا ہے اور پیش از وقت ان کو غیب کی خبریں بتلاتا ہے اور ان کی تائید کرتا ہے۔ سو ہم دیکھتے ہیں کہ ہزاروں اسلام میں ایسے ہوتے آئے ہیں۔ چنانچہ اس زمانہ میں یہ نمونہ دکھلانے کیلئے **یہ عاجز** موجود ہے مگر عیسائیوں میں یہ لوگ کہاں اور کس ملک میں رہتے ہیں جو انجیل کی قرار دادہ نشانیوں کے موافق اپنا حقیقی ایمان اور پاک زندگی ثابت کر سکتے ہیں؟

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ 340)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں نے نہایت صحیح تحقیقات سے دریافت کیا ہے کہ جہاں تک بنی آدم کے سلسلہ کا پتہ لگتا ہے سب پر غور کرنے سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جس قدر اسلام میں اسلام کی تائید میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی گواہی میں آسمانی نشان بذریعہ اس امت کے اولیاء کے ظاہر ہوئے اور ہو رہے ہیں ان کی نظیر دوسرے مذاہب میں ہرگز نہیں۔ (کتاب البریّہ رُوحانی خزائن جلد 13 صفحہ 92)

بُت پرستی کی باریک تصریحات اور پاک توحید کا نمونہ توریت میں نہیں قرآن مجید اسلئے آیا کہ یہودیوں کو بُت پرستی کے دِق سے چھڑائے اور توحید کا پاک نمونہ دکھائے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

توحید صرف اس بات کا نام نہیں کہ منہ سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہیں اور دل میں ہزاروں بُت جمع ہوں بلکہ جو شخص کسی اپنے کام اور مکر اور فریب اور تدبیر کو خدا کی سی عظمت دیتا ہے یا کسی انسان پر ایسا بھروسہ رکھتا ہے جو خدا تعالیٰ پر رکھنا چاہئے یا اپنے نفس کو وہ عظمت دیتا ہے جو خدا کو دینی چاہئے ان سب صورتوں میں وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بُت پرست ہے۔ بُت صرف وہی نہیں ہیں جو سونے یا چاندی یا پیتل یا پتھر وغیرہ سے بنائے جاتے اور ان پر بھروسہ کیا جاتا ہے بلکہ ہر ایک چیز یا قول یا فعل جس کو وہ عظمت دی جائے جو خدا تعالیٰ کا حق ہے وہ خدا تعالیٰ کی نگہ میں بُت ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ توریت میں اس باریک بُت پرستی کی تصریح نہیں ہے مگر قرآن شریف ان تصریحات سے بھرا پڑا ہے۔ سو قرآن شریف کو نازل کر کے خدا تعالیٰ کا ایک یہ بھی منشاء تھا کہ یہ بُت پرستی بھی جو دِق کی بیماری کی طرح لگی ہوئی تھی لوگوں کے دلوں سے دور کرے اور اس زمانہ میں یہودی اس قسم کی بُت پرستی میں غرق تھے اور توریت ان کو چھڑا نہیں سکتی تھی اس لئے کہ توریت میں یہ باریک تعلیم نہیں تھی اور نیز اس لئے کہ یہ بیماری جو تمام یہودیوں میں پھیل گئی تھی ایک پاک توحید کے نمونہ کو چاہتی تھی جو زندہ طور پر ایک کامل انسان میں نمودار ہو۔ (ایضاً صفحہ 349)

کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه قرآن نے سکھایا انجیل نے نہیں

قرآن کی تعلیم کا اصل مقصد یہی ہے کہ خدا جیسا کہ واحد لاشریک ہے ایسا ہی اپنی محبت کے رُو سے بھی اس کو واحد لاشریک ٹھہراؤ۔ جیسا کہ کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه جو ہر وقت مسلمانوں کو وردِ زبان رہتا ہے اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کیونکہ اِلٰہٌ۔ وَلَاہ سے مشتق ہے اور اس کے معنے ہیں ایسا محبوب اور معشوق جس کی پرستش کی جائے۔ یہ کلمہ نہ توریت نے سکھلایا اور نہ انجیل نے۔ صرف قرآن نے سکھلایا۔ اور یہ کلمہ اسلام سے ایسا تعلق رکھتا ہے کہ گویا اسلام کا تمغہ ہے۔ یہی کلمہ پانچ وقت مساجد کے مناروں میں بلند آواز سے کہا جاتا ہے جس سے عیسائی اور ہندو سب چڑتے ہیں۔ (ایضاً صفحہ 366)

توریت بباعث نقصانِ تعلیم اور نیز بوجہ لفظی اور معنوی تحریفوں کے اس لائق نہیں رہی تھی جو کامل طور پر رہبر ہو سکے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

رہا یہ سوال کہ یہودیوں کو مسلمان ہونے کی ضرورت کیا تھی وہ تو پہلے سے موَحّد تھے؟ اس کا جواب ہم ابھی دے چکے ہیں کہ توحید یہودیوں کے دلوں میں قائم نہ تھی صرف کتابوں میں تھی اور وہ بھی ناقص۔ سو توحید کی زندہ روح حاصل کرنے کی ضرورت تھی کیونکہ جب تک توحید کی زندہ روح انسان کے دل میں قائم نہ ہو تب تک نجات نہیں ہوسکتی۔ یہودی مُردوں کی طرح تھے اور بباعث سخت دلی اور طرح طرح کی نافرمانیوں کے وہ زندہ روح ان میں سے نکل چکی تھی۔ ان کو خدا کے ساتھ کچھ بھی میلان باقی نہیں رہا تھا اور ان کی توریت بباعث نقصان تعلیم اور نیز بوجہ لفظی اور معنوی تحریفوں کے اس لائق نہیں رہی تھی جو کامل طور پر رہبر ہو سکے اس لئے خدا نے زندہ کلام تازہ بارش کی طرح اتارا اور اس زندہ کلام کی طرف ان کو بلایا تا وہ طرح طرح کے دھوکوں اور غلطیوں سے نجات

باقی صفحہ 19 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

اے اسلام کے پاسبانو! میں بیعت عقبہ میں شریک ہونے والے نقباء میں سے کم عمر تھا لیکن مجھے سب سے لمبی عمر ملی......قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں نے مومنوں کی جماعت لے کر جب بھی مشرکوں کی جماعت پر حملہ کیا تو انہوں نے ہمارے لیے میدان خالی کر دیا اور اللہ نے ان پر ہمیں فتح دی (حضرت عُبَادہ بن صَامِتؓ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت خلیفہ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

دوسرے مفتوحہ علاقوں کی طرح یہاں (قنسرین) کے لوگوں سے بھی بہتر سلوک کیا گیا اور

صحیح مساوات کی بنیاد پر ان کے درمیان عدل قائم کیا گیا جس میں کوئی طاقتور کسی بھی کمزور پر ظلم و جبر نہیں کر سکتا تھا

دِمَشق کی فتح کے بعد پیش آمدہ واقعات فِحل، بیسان، طبریہ، حمص، مرج الروم، حماۃ، لاذقیہ، قنسرین اور قیساریہ کی فتوحات کا تفصیلی بیان

چار مرحومین مکرمہ خدیجہ صاحبہ اہلیہ مکرم مولوی کے محمد علوی صاحب سابق مبلغ کیرالہ، مکرم ملک سلطان رشید خان صاحب آف کوٹ فتح خان سابق امیر ضلع اٹک، مکرم عبدالقیوم صاحب انڈونیشیا اور مکرم داؤدہ رزاقی یونس صاحب بینن کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 10/ستمبر 2021ء بمطابق 10/تبوک 1400 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت کا ذکر چل رہا تھا اور اس زمانے کی جو جنگیں تھیں ان کا ذکر تھا۔ کتبِ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے دور میں دِمَشق کا محاصرہ کئی ماہ تک جاری رہا اور ان کی وفات کے کچھ عرصہ کے بعد اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ بہرحال کیونکہ یہ حضرت ابوبکرؓ کے دَور کی ہے اس لیے اس جنگ کی تفصیلات جب حضرت ابوبکرؓ کا ذکر ہوگا تو وہاں پیش کی جائیں گی ان شاء اللہ۔ دِمَشق کی فتح کے بعد جو واقعات ہیں وہ بیان کرتا ہوں۔

دِمَشق کی فتح ہو جانے کے بعد ابوعُبَیدہ نے خالد بن ولیدؓ کو بِقاع کی مہم پر روانہ کیا۔ بِقاع: دِمَشق، بَعْلَبَکْ اور حِمص کے درمیان ایک وسیع علاقہ ہے جس میں بہت ساری بستیاں واقع ہیں۔ انہوں نے اسے فتح کیا اور ایک سریہ اگلی کارروائی کے لیے آگے بھیجا۔ مَیْسَنُون نامی چشمہ پر رومیوں اور سریہ والوں کی مڈھ بھیڑ ہوگئی۔ پھر دونوں میں لڑائی ہوئی۔ اتفاق سے رومیوں میں سے سِنَان نام کا ایک آدمی بیروت کے عقبی حصہ سے مسلمانوں پر حملہ کرنے میں کامیاب ہوگیا اور مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد کو شہید کر دیا۔ بیروت جو ہے یہ سمندر کے کنارے ملک شام کا ایک مشہور شہر تھا۔ اسی لیے ان شہداء کی طرف منسوب کرتے ہوئے اس چشمہ کا نام عین الشہداء پڑ گیا۔ ابوعُبَیدہ نے دِمَشق پر یزید بن ابوسفیان کو اپنا قائم مقام بنایا اور یزید نے دِحْیَہ بن خَلِیفہ کو ایک سریہ کے ساتھ تَدْمُر روانہ کیا تا کہ وہاں فتح کا راستہ ہموار کریں۔ تَدْمُر شام کے علاقے میں ایک قدیم اور مشہور شہر ہے جو حَلَب سے پانچ دن کی مسافت پر واقع ہے۔ یہ جس یزید کا ذکر ہو رہا ہے یہ حضرت ابوسفیان کے بیٹے تھے۔

اسی طرح ابوزَہرا قُشَیرِی کو بَثَنِیَّہ اور حَوْرَان بھیجا لیکن وہاں کے لوگوں نے صلح کر لی۔ بَثَنِیَّہ دِمَشق کے قریب ایک بستی کا نام ہے۔ حَوْرَان دِمَشق کا ایک وسیع علاقہ تھا جس میں بہت ساری بستیاں اور کاشتکاری والی زمینیں تھیں۔ شُرَحْبِیل بن حَسَنَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اردن کے دارالحکومت طَبَرِیَّہ کو چھوڑ کر بقیہ پورے ملک پر بذریعہ جنگ یعنی کہ جنگ ٹھونسی گئی تو جنگ کے ذریعہ سے قبضہ کر لیا اور طبریہ والوں نے مصالحت کر لی۔ حضرت خالدؓ بِقاع کے علاقے سے کامیاب ہو کر لَوٹے۔ بَعْلَبَکْ والوں نے آپ سے مصالحت کر لی اور آپ نے ان کے ساتھ معاہدہ تحریر کر دیا۔ (سیدنا عمر بن خطابؓ شخصیت اور کارنامے از محمد صلابی، صفحہ 730، مکتبہ الفرقان خان گڑھ) (معجم البلدان، جلد اول، صفحہ 402، 557، 623) (معجم البلدان، جلد 2، صفحہ 20، 364)

بَعْلَبَکْ بھی دِمَشق سے تین دن کی مسافت (یہ تاریخ میں جو لکھا ہوا ہے) پر واقع ایک قدیم شہر ہے۔

(معجم البلدان، جلد اول، صفحہ 537-538)

یہاں دنوں کی مسافت سے مراد یہ ہے کہ اس زمانے میں اونٹوں یا گھوڑوں کے ذریعہ سے (سفر کا جو ذریعہ تھا اس کے ذریعہ) جو مسافت ہوتی تھی۔

فِحْل ایک جگہ ہے۔ اس کی فتح چودہ ہجری میں ہوئی۔ حضرت ابوعُبَیدہؓ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں تحریر کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہرقل حِمص میں مقیم ہے اور وہاں سے دِمَشق فوجیں روانہ کر رہا ہے لیکن یہ فیصلہ کرنا میرے لیے دشوار ہے کہ پہلے دِمَشق پر حملہ کروں یا فِحْل پر۔ فِحْل بھی شام میں ایک جگہ کا نام ہے۔ حضرت عمرؓ نے جواباً تحریر فرمایا: پہلے دِمَشق پر حملہ کر کے اسے فتح کرو کہ وہ شام کا قلعہ ہے اور اس کا صدر مقام ہے۔ ساتھ ہی فِحْل میں بھی سوار دستے بھیج دو جو انہیں تمہاری طرف نہ بڑھنے دیں۔ اگر دِمَشق سے پہلے فِحْل فتح ہو جائے تو بہتر ورنہ دِمَشق فتح کر لینے کے بعد تھوڑی سی فوج وہاں چھوڑ دینا اور تمام سرداروں کو اپنے ساتھ لے کر فِحْل روانہ ہو جانا اور اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں فِحْل کو فتح کرا دے تو خالد اور تم حِمص چلے جانا اور شُرَحْبِیل اور عَمرو کو اردن اور فلسطین بھیج دینا۔ حضرت عمرؓ کا جو خط تھا، جب یہ حضرت ابوعُبَیدہؓ کو ملا تو انہوں نے فوج کے دس افسروں کو جن میں سب سے نمایاں اَبُوالْاَعْوَر سُلَمِی تھے فِحْل بھیج دیا اور خود حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ دِمَشق روانہ ہو گئے۔ رومی فوجوں نے مسلمانوں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو اپنے گردو پیش کی زمین میں بُحَیْرَہ طَبَرِیَّہ اور دریائے اردن کا پانی چھوڑ دیا جس سے ساری زمین دلدل بن گئی اور اسے عبور کرنا دشوار ہو گیا۔

(سیدنا عمر فاروق اعظم از محمد حسین ہیکل مترجم، صفحہ 194-195، اسلامی کتب خانہ لاہور) (الفاروق از علامہ شبلی، صفحہ 114، دارالاشاعت کراچی 1991ء) (معجم البلدان، جلد 4، صفحہ 268)

بہرحال ہرقل نے دِمَشق کی امداد کے لیے جو فوجیں بھیجی تھیں وہ بھی دِمَشق تک نہ پہنچ سکی تھیں۔ پانی کھولنے کی وجہ سے تمام راستے بند ہو گئے مگر مسلمان ثابت قدم رہے۔ مسلمانوں کا استقلال دیکھ کر عیسائی صلح پر آمادہ ہوئے اور ابوعُبَیدہ کے پاس پیغام بھیجا کہ کوئی شخص سفیر بن کر آئے۔ ابوعُبَیدہ نے حضرت مُعَاذ بن جبلؓ کو سفارت کے لیے بھیجا۔ حضرت مُعاذ بن جبلؓ نے ان کے سامنے اسلامی تعلیم پیش کی مگر انہوں نے یعنی دشمنوں نے اسے قبول نہ کیا۔ دیگر امور کے علاوہ رومیوں نے حضرت معاذ کو یہ پیشکش کی کہ ہم تم کو بَلْقَاء کا ضلع اور اردن کا وہ حصہ جو تمہاری زمین سے متصل ہے دیتے ہیں تم یہ ملک چھوڑ کر فارس چلے جاؤ۔ پہلے خود ہی فوجیں اکٹھی کر رہے تھے جب دیکھا کہ ہارنے کا وقت آیا ہے تو یہ پیشکش کی۔ حضرت معاذؓ نے انکار کیا اور اٹھ کے واپس چلے آئے کہ نہیں۔ رومیوں نے براہ راست ابوعُبَیدہ سے گفتگو کرنی چاہی۔ چنانچہ اس غرض سے ایک خاص قاصد بھیجا۔ جس وقت وہ قاصد وہاں مسلمانوں کے کیمپ میں پہنچا تو ابوعُبَیدہ زمین پر بیٹھے ہوئے تھے اور ہاتھ میں تیر تھے جن کو الٹ پلٹ کر رہے تھے۔ قاصد نے خیال کیا کہ سپہ سالار بڑے جاہ وحشم رکھتا ہوگا اور یہی اس کی شناخت کا ذریعہ ہوگا لیکن وہ جس طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتا تھا سب ایک رنگ میں ڈوبے نظر آتے تھے۔ آخر گھبرا کر پوچھا کہ تمہارا سردار کون ہے؟ لوگوں نے ابوعُبَیدہ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ حیران رہ گیا اور تعجب سے ان کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ کیا درحقیقت تم ہی سردار ہو؟ ابوعُبَیدہ نے کہا ہاں۔ قاصد نے کہا کہ ہم تمہاری فوج کو فی کس دو دو اشرفیاں دے دیں گے، تم یہاں سے چلے جاؤ۔ حضرت ابوعُبَیدہؓ نے انکار کیا۔ قاصد اس پر بڑا ناراض ہوا اور اٹھ کر چلا گیا۔ ابوعُبَیدہ نے اس کے تیور دیکھ کر فوج کو کمر بندی کا حکم دیا، تیار رہنے کا حکم دیا اور تمام حالات حضرت عمرؓ کو لکھے۔ حضرت عمرؓ نے اجازت فرمائی کہ ٹھیک ہے پیش قدمی کرو کیونکہ رومی فوجیں اکٹھی ہو رہی ہیں اور حوصلہ دلایا کہ ثابت قدم رہو۔ خدا تمہارا مددگار ہے۔ ابوعُبَیدہ نے اسی دن کمر بندی کا حکم دے دیا تھا لیکن رومی مقابلے میں نہ آئے اور اگلی صبح پھر حضرت خالد بن ولیدؓ صرف سواروں کے ساتھ میدان میں گئے۔ رومی لشکر بھی تیار تھا۔ دونوں میں جنگ ہوئی۔ مسلمانوں کی ثابت قدمی دیکھ کر رومی سپہ سالار نے زیادہ لڑنا بیکار سمجھا اور واپس جانا چاہا۔ حضرت خالدؓ نے پکارا۔ رومی اپنا زور لگا چکے ہیں اب ہماری باری ہے۔ اس کے ساتھ ہی مسلمانوں نے اچانک حملہ کیا اور رومیوں کو پسپا کر دیا۔ عیسائی مدد کے انتظار میں لڑائی کو ٹال رہے تھے۔ حضرت خالدؓ ان کی چال سمجھ گئے تو انہوں نے حضرت ابوعُبَیدہؓ کی خدمت میں کہا کہ رومی ہم سے مرعوب ہو چکے ہیں حملے کا یہی وقت ہے۔ چنانچہ اسی وقت اعلان کیا گیا کہ اگلے روز حملہ ہوگا فوج تیار ہو جائے۔ رات کے پچھلے پہر حضرت ابوعُبَیدہؓ نے لشکر کو ترتیب دیا۔ رومی لشکر کی تعداد تقریباً پچاس ہزار تھی۔ حضرت عمرؓ کی سیرت وسوانح لکھنے والے دو سیرت نگار ہیکل اور صلابی نے یہ تعداد اسّی ہزار سے ایک لاکھ تک بھی بیان کی ہے۔ بہرحال ایک گھنٹے کی شدید جنگ ہوئی۔ اس کے بعد رومی لشکر کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ نہایت بدحواسی سے بھاگے۔ بعد میں حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ تمام زمین جو قبضے میں کی گئی ہے ان کے مالکوں کے پاس ہی رہے گی۔ کوئی زمین کسی سے لی نہیں جائے گی اور لوگوں کی جانیں اور مال اور زمین اور مکانات اور عبادت گاہیں سب محفوظ رہیں گی۔ صرف مساجد کے لیے جگہ لی جائے گی۔

(ماخوذ از الفاروق از علامہ شبلی، صفحہ 114 تا 118، دارالاشاعت کراچی 1991ء) (سیدنا عمر بن خطابؓ شخصیت اور کارنامے از محمد صلابی، صفحہ 730، مکتبہ الفرقان خان گڑھ) (سیدنا عمر فاروق اعظم از محمد حسین ہیکل مترجم، صفحہ 213، اسلامی کتب خانہ لاہور)

کوئی زمین اگر لینی ہے تو مساجد کیلئے لینی ہے۔ باقی زمینیں ان کے مالکوں کے پاس ہی رہیں گی۔ پھر فتحِ بَیْسَان کا بیان ہے۔ جب شُرَحْبِیل فِحْل کی جنگ سے فراغت پا چکے تو وہ اپنی فوج اور عمرو کو لے کر اہل بَیْسَان کی طرف بڑھے اور ان کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت اَبُوالْاَعْوَر اور ان کے ساتھ چند اَور سردار طَبَرِیَّہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ بَیْسَان طبریہ کے جنوب میں اٹھارہ میل کے فاصلے پر واقع جگہ ہے۔ اردن کے علاقوں میں دِمَشق اور اسکے بعد کی دیگر مہمات میں رومیوں

کی پے در پے شکستوں کی خبر پھیل چکی تھی اور لوگوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ شُرَحْبِیل اور ان کے ساتھ عَمرو بن العاص اور حَارِث بن ہشام اور سُہیل بن عمرو اپنی فوج کو لیے ہوئے بَیْسَان کے ارادے سے جا رہے ہیں اس لیے ہر جگہ لوگ قلعہ میں جمع ہو گئے۔ شُرَحْبِیل نے بَیْسَان پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا جو چند روز تک جاری رہا مگر بعد میں وہاں کے کچھ لوگ مقابلے کیلئے باہر نکلے۔ مسلمان ان سے لڑے اور ان کا خاتمہ کر دیا۔ باقی لوگوں نے مصالحت کی درخواست کی جس کو مسلمانوں نے دِمَشْق کی شرائط پر منظور کر لیا۔ جو فتح دِمَشْق کی شرائط تھیں اسی بنیاد پر وہ بھی منظور ہوئیں۔(تاریخ طبری (مترجم) جلد دوم حصہ دوم، صفحہ 216، نفیس اکیڈیمی کراچی)(الفاروق از شبلی نعمانی، صفحہ 114، دارالاشاعت کراچی 1991ء)

پھر فتح طَبَرِیَّہ ہے۔ جب اہل طَبَرِیَّہ کو بَیْسَان کی فتح اور اس کے معاہدہ کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے ابوالاعور سے اس شرط پر صلح کی کہ ان کو شُرَحْبِیل کی خدمت میں پہنچا دیا جائے۔ ابوالاعور نے ان کی درخواست کو منظور کر لیا۔ چنانچہ اہل طبریہ اور اہل بَیْسَان سے دِمَشْق والی شرائط پر ہی مصالحت ہو گئی اور یہ بھی طے ہوا کہ شہروں اور اس کے قریبی دیہات کی آبادیوں کے تمام مکانات میں سے آدھے مسلمانوں کے لیے خالی کر دیے جائیں اور باقی نصف میں خود رومی رہائش اختیار کریں اور وہ فی کس سالانہ ایک دینار اور زمین کی پیداوار میں سے معین حصہ ادا کریں گے۔ اسکے بعد مسلمان قائدین اور ان کی فوجیں آبادی میں مقیم ہو گئیں اور اردن کی صلح پایہ تکمیل کو پہنچ گئی اور تمام امدادی دستے اردن کے علاقے میں مختلف مقامات میں سکونت پذیر ہو گئے اور فتح کی بشارت، خوشخبری حضرت عمرؓ کی خدمت میں روانہ کر دی گئی۔

(تاریخ طبری (مترجم) جلد دوم، حصہ دوم، صفحہ 216-217، نفیس اکیڈیمی کراچی)

پھر فتح حِمْص، یہ چودہ ہجری میں ہوئی۔ اس کے بعد حضرت ابوعُبَیدہؓ نے حِمْص کی طرف پیش قدمی کی جو شام کا ایک مشہور شہر تھا اور جنگی اور سیاسی اہمیت رکھتا تھا۔ حِمْص دِمَشْق اور حَلَب کے درمیان شام میں واقع ہے۔ حِمْص میں ایک بڑا ہیکل تھا جس کی زیارت کے لیے دور دور سے لوگ آتے اور اسکے پجاری بننے پر فخر محسوس کرتے۔ بہرحال حِمْص کے قریب رومیوں نے ہی خود بڑھ کر مقابلہ کرنا چاہا اور آگے بڑھے۔ چنانچہ ایک فوجِ کثیر حِمْص سے نکل کر جُوسِیَہ میں مسلمانوں کے مقابل ہوئی لیکن ان کو شکست ہوئی۔ حضرت ابوعُبَیدہؓ اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے حِمْص پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ سخت سردی کا موسم تھا۔ رومیوں کو یقین تھا کہ مسلمان کھلے میدان میں دیر تک نہیں لڑ سکیں گے۔ اسکے ساتھ ہِرَقْل کی طرف سے مدد کی امید بھی تھی۔ چنانچہ اس نے جزیرے سے ایک فوج بھی روانہ کی لیکن حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے جو عراق کی مہم پر مامور تھے کچھ فوج اس لشکر کی طرف بھیج دی جس نے اس لشکر کو وہیں روک لیا۔ (ماخوذ از الفاروق از مولانا شبلی نعمانی، صفحہ 118-119، دارالاشاعت کراچی 1991ء)(معجم البلدان، جلد2، صفحہ 347)

مؤرخین نے لکھا ہے کہ رومیوں کے پاؤں میں چمڑے کے موزے ہوتے تھے پھر بھی ان کے پاؤں شَل ہو جاتے جبکہ صحابہ کے پاؤں یا مسلمانوں کی جو فوج تھی ان کے پاؤں میں جوتوں کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا تھا۔

(سیدنا عمر بن خطابؓ شخصیت اور کارنامے از محمد صلابی، صفحہ 734، مکتبہ الفرقان خان گڑھ)

ہِرَقل اہلِ حِمْص سے مدد کا وعدہ کر کے اور انہیں مقابلے کی ہمت دلا کر خود رُہَاء چلا گیا۔ وعدہ کیا اور خود وہاں سے چلا گیا۔ حِمْص والے قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہے۔ وہ اسی دن مسلمانوں سے لڑنے کے لیے نکلتے جس دن سخت سردی ہوتی۔ رومی ہرقل کی مدد کے انتظار میں تھے اور چاہتے تھے کہ مسلمان سردی سے عاجز آ کر بھاگ جائیں لیکن مسلمانوں نے ثباتِ قدم دکھایا اور ہرقل کی مدد بھی ان کو نہ پہنچی یعنی اس شہر کے لوگوں کو اور سردی کے دن بھی گزر گئے تو اہل حِمْص کو یقین ہو گیا کہ اب ان لوگوں کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ انہوں نے صلح کی درخواست کی۔ مسلمانوں نے اسے قبول کر لیا اور شہر کے سارے مکان اہل شہر کے لیے چھوڑ دیے گئے اور دِمَشْق کی طرح خراج اور جزیہ پر صلح کر لی گئی۔ حضرت ابوعُبَیدہؓ نے حضرت عمرؓ کو تمام واقعات سے مطلع کیا جس کے جواب میں حضرت عمرؓ کا حکم آیا کہ تم ابھی وہیں ٹھہرو اور شام کے طاقتور قبائلِ عرب کو اپنے جھنڈے تلے جمع کرو۔ میں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ برابر یہاں سے کمک بھیجتا رہوں گا۔

(ماخوذ از سیدنا عمر فاروق اعظم از محمد حسین ہیکل مترجم، صفحہ 331-332، اسلامی کتب خانہ لاہور)

پھر مَرْجُ الرُّوم ایک جگہ ہے اسی سال مَرْجُ الرُّوم کا واقعہ پیش آیا۔ مَرْجُ الرُّوم دِمَشْق کے قریب ایک مقام تھا۔ واقعہ یہ ہوا کہ حضرت ابوعُبَیدہؓ فِحْل سے حِمْص جانے کے لیے حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ سب نے ذُوالکَلَاع مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ ان کی اس نقل و حرکت کی اطلاع ہرقل کو ہوئی تو اس نے تُوذَرا بطریق کو روانہ کیا۔ وہ مَرْج دِمَشْق اور اس کی مغربی جانب میں قیام پذیر ہوا۔ ابوعُبَیدہ نے مَرْجُ الرُّوم اور اسکے لشکر سے ابتدا کی۔ اس وقت ان کی یعنی مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ سردی کا موسم آ چکا تھا اور ان کے جسم زخموں سے بھرے ہوئے تھے۔ جب یہ لوگ مرج الروم پہنچے تو شَنَس رومی بھی ادھر آ گیا اور تُوذَرا کے قریب ہی شاہ سواروں کے ساتھ اس نے پڑاؤ ڈال لیا۔ یہ شَنَس دراصل تُوذَرا کی مدد اور حِمْص والوں کے بچاؤ کے لیے آیا تھا۔ وہ ایک کنارے پر اپنے لشکر کے ساتھ فروکش ہو گیا۔ جب رات آئی تو ان کا دوسرا سپہ سالار تُوذَرا وہاں سے روانہ ہو گیا اور اس کے جانے کی وجہ سے وہ جگہ خالی ہو گئی۔ تُوذَرا کے مدّمقابل حضرت خالد بن ولیدؓ تھے جبکہ شَنَس کے مقابلے میں حضرت ابوعُبَیدہؓ تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو جب اس بات کی خبر ملی کہ تُوذَرا یہاں سے دِمَشْق روانہ ہو چکا ہے تو حضرت خالدؓ اور حضرت ابوعُبَیدہؓ نے باتفاق رائے اس بات کا فیصلہ کیا کہ تُوذَرا کے تعاقب میں حضرت خالدؓ روانہ ہو جائیں۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولیدؓ گھڑسواروں کا ایک دستہ لے کر اسی رات اس کے تعاقب میں چل پڑے۔ ادھر یزید بن ابوسفیان کو تُوذَرا کی اس حرکت کی خبر مل گئی تھی۔ چنانچہ وہ تُوذَرا کے مقابلے پر آ گئے اور دونوں لشکروں میں جنگ کا میدان گرم ہو گیا۔ ابھی دونوں کے درمیان لڑائی جاری تھی کہ پیچھے سے حضرت خالد بن ولیدؓ اپنے لشکر کے ساتھ موقع پر پہنچ گئے اور انہوں نے تُوذَرا کی پشت سے ہلہ بول دیا۔ نتیجۃً کشتوں کے پشتے لگ گئے اور دشمن سامنے اور پیچھے دونوں طرف سے مارا گیا۔ مسلمانوں نے ان کو موت کی نیند سلا دیا۔ ان میں سے زندہ صرف وہی بچے جنہوں نے راہ فرار اختیار کر لی۔ مسلمانوں کو اس معرکے میں جو مالِ غنیمت ہاتھ آیا اس میں سواری کے جانور، ہتھیار، لباس وغیرہ تھے۔ اس کو حضرت یزید بن ابوسفیانؓ نے اپنے اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے سپاہیوں میں بانٹ دیا۔ اسکے بعد حضرت یزیدؓ دِمَشْق کی جانب روانہ ہو گئے اور حضرت خالد بن ولیدؓ حضرت ابوعُبَیدہؓ کی جانب واپس چلے گئے۔ اسلام کی تاریخ میں جو بدنام یزید ہے وہ معاویہ کے بیٹے تھے اور یہ یزید ابوسفیان کے بیٹے یزید ہیں۔ تُوذَرا جو رومیوں کا سردار تھا، اس کو حضرت خالد بن ولیدؓ نے قتل کیا تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ جب تُوذَرا کے تعاقب میں روانہ ہو گئے تو حضرت ابوعُبَیدہؓ نے شَنَس کا مقابلہ کیا۔ دونوں فوجوں میں مَرْجُ الرُّوم کے مقام پر جنگ چھڑ گئی۔ اسلامی لشکر نے بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور حضرت ابوعُبَیدہؓ نے شَنَس کا کام تمام کر دیا۔ مَرْجُ الرُّوم دشمن کی لاشوں سے بھر گیا۔ ان لاشوں کی بنا پر وہ مقام بدبودار ہو گیا تھا۔ رومیوں میں سے جو بھاگ گئے وہ تو بچ گئے۔ باقی کوئی موت کے منہ سے نہ بچ سکا۔ مسلمانوں نے بھاگنے والوں کا حِمْص تک پیچھا کیا۔ (الکامل فی التاریخ، جلد2، صفحہ 321، دارالکتب العلمیہ بیروت)(تاریخ الطبری (مترجم) جلد دوم حصہ دوم، صفحہ 359-360، نفیس اکیڈیمی کراچی)

پھر حضرت ابوعُبَیدہؓ فوج لے کر حَمَاۃ کی طرف روانہ ہوئے۔ حَمَاۃ بھی شام کا ایک قدیم شہر ہے جو اس وقت دِمَشْق سے پانچ روز کی مسافت پر واقع تھا۔ اہلِ حَمَاۃ نے ان کے آگے سرِ اطاعت خم کر دیا، تسلیم کر لیا۔ شَیْزَر والوں کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے بھی اہل حَمَاۃ کی مانند صلح کر لی۔ شَیْزَر حَمَاۃ سے نصف روز کی مسافت پر واقع ایک بستی تھی۔ پھر حضرت ابوعُبَیدہؓ نے سَلَمْیَہ کو فتح کیا۔ سَلَمْیَہ بھی حَمَاۃ سے دو دن کی مسافت پر واقع ایک بستی تھی۔ (سیدنا عمر فاروق اعظم از محمد حسین ہیکل مترجم، صفحہ 333، اسلامی کتب خانہ لاہور)(معجم البلدان، جلد2، صفحہ 345)(معجم البلدان، جلد3، صفحہ 272)

اس کے بعد پھر لَاذِقِیَّہ کی فتح ہوئی جو چودہ ہجری کی ہے۔ اسلامی لشکر نے حضرت ابوعُبَیدہؓ کی سرکردگی میں لَاذِقِیَّہ کا رخ کیا جو شام کا ایک شہر ہے اور ساحل سمندر پر واقع ہے اور حِمْص کے نواحی علاقوں میں اس کو شمار کیا جاتا ہے۔ لَاذِقِیَّہ والوں نے جب اسلامی لشکر کو اپنی طرف آتے دیکھا تو قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے اور شہر کے دروازے بند کر کے مقابلے کے لیے آمادہ ہو گئے۔ انہیں اطمینان تھا کہ اگر مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کیا تو وہ مقابلے کی طاقت رکھتے ہیں اور اتنی دیر میں سمندر کے راستے انہیں ہِرَقْل سے کمک پہنچ جائے گی۔ مسلمانوں نے اس شہر کا محاصرہ کر لیا۔ حفاظتی انتظامات کے لحاظ سے یہ شہر بہت مضبوط تھا اور فوجی چوکیوں کی وجہ سے کافی مشہور تھا۔ حضرت ابوعُبَیدہؓ نے اس کو فتح کرنے کی ایک نئی ترکیب نکالی کیونکہ آپؓ جنگی حکمت عملی جانتے تھے۔ انہوں نے محسوس کر لیا کہ اسے سر کرنا، فتح کرنا بہت مشکل ہے۔ اگر وہ اس کے مقابلے پہ خیمہ زن ہو جاتے ہیں تو عرصہ قیام بہت لمبا ہو جائے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لمبا عرصہ کا جو یہ محاصرہ ہے اس دوران دشمنوں کی طرف سے ان کو مدد بھی پہنچ جائے اور یہاں سے ناکام لوٹنا پڑے یا پھر شہر کا محاصرہ زیادہ لمبا کیا جائے تو اَنْطَاکِیَہ جانا ناممکن ہو جائے گا تو آپ نے ایک رات میدان میں بہت سے گہرے گڑھے کھدوائے اتنے کہ گھوڑے پر سوار بیٹھا ان میں چھپ جائے اور انہیں گھاس سے چھپا دیا اور صبح محاصرہ اٹھا کر حِمْص کی طرف روانہ ہو گئے۔ شہر والوں نے محاصرہ اٹھتے دیکھا تو خوش ہوئے اور اطمینان سے شہر کے دروازے کھول دیے۔ دوسری طرف حضرت ابوعُبَیدہؓ راتوں رات اپنی فوج سمیت واپس آ گئے اور ان غارنما گڑھوں میں چھپ گئے۔ صبح جب شہر کے دروازے کھلے تو مسلمانوں نے ان پر حملہ کر دیا کچھ مسلمانوں نے شہر کے دروازے پر قبضہ کر لیا جو قلعہ سے باہر تھے انہوں نے بھاگنے میں اپنی عافیت جانی اور جو شہر میں موجود تھے ان پر خوف طاری ہو چکا تھا۔ لہٰذا جو لوگ شہر میں تھے ان میں سے ہر ایک راہ نجات کی جستجو میں لگ گیا۔ ان کے لیے اطاعت اور تسلیم کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔ چنانچہ انہوں نے صلح کر لی اور بھاگنے والوں نے امان چاہی۔ مسلمانوں نے شہر میں داخل ہو کر شہر کو فتح کر لیا۔ حضرت ابوعُبَیدہ بن جَرّاحؓ نے جزیے پر صلح کر لی اور ان کا گرجا انہی کے قبضے میں رہنے دیا اور بعد میں مسلمانوں نے اس کے قریب ہی اپنی ایک مسجد بنا لی۔

(حضرت عمر فاروق اعظم از محمد حسین ہیکل، مترجم، صفحہ 333-334، اسلامی کتب خانہ لاہور)(الفاروق از علامہ شبلی، صفحہ 118-119، دارالاشاعت کراچی 1991ء)

اس فتح کے بعد حضرت عمرؓ نے لکھا کہ اس سال مزید پیش قدمی نہ کی جائے۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی، صفحہ 119، دارالاشاعت کراچی 1991ء)

پھر فتح قِنَّسْرِین ہے۔ یہ پندرہ ہجری کی ہے۔ حضرت ابوعُبَیدہ بن جَرّاحؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو قِنَّسْرِین کی طرف روانہ کیا جو صوبہ حَلَب کا ایک بارونق شہر تھا۔ حلب کے راستے میں پہاڑ کے درمیان قِنَّسْرِین کا قلعہ واقع تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ حَاضِر مقام کے قریب پہنچے۔ حَاضِر بھی حَلَب کے قریب ایک مقام ہے اس جگہ رومی لوگ مِینَاس کی زیر قیادت آپ کے مقابلے میں آ گئے۔ ہِرَقل کے بعد روم کا سب سے بڑا سپہ سالار مِینَاس ہی تھا۔ بہرحال وہاں کے باشندوں نے اور جو اُن کے ہاں عرب عیسائی تھے انہوں نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ عربوں کا یہ دستور تھا کہ وہ شہر کی حفاظت کے لیے شہر سے باہر نکل کر خیمے ڈال دیتے تھے۔ چنانچہ یہ عیسائی عرب بھی اسی دستور کے مطابق باہر خیمہ زن تھے۔ سخت معرکے کے بعد حضرت خالدؓ نے رومیوں کا بہت سا لشکر قتل کر دیا اور ان کے سردار مِینَاس کو بھی قتل کر دیا۔ علاقے کے لوگوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم عرب لوگ ہیں اور جنگ کرنے پر راضی ہی نہ تھے۔ ہمیں زبردستی اس جنگ میں شامل کیا گیا تھا۔ لہٰذا ہم سے درگزر کیا جائے۔ اس پر حضرت خالدؓ نے ان کا عذر قبول کیا اور ان سے اپنا ہاتھ روک لیا۔

کچھ رومی بھاگ کر قِنَّسْرِین میں قلعہ بند ہو گئے۔ حضرت خالدؓ نے ان کا تعاقب کیا لیکن جب وہ قِنَّسْرِین پہنچے تو رومی شہر کے دروازے بند کر چکے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت خالدؓ نے ان کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ اگر تم بادلوں میں بھی جا چھپو گے تو اللہ تعالیٰ ہم کو تمہارے پاس پہنچا دے گا یا تمہیں ہماری طرف پھینک دے گا۔ کچھ دن تو وہ یونہی قلعہ بند رہے لیکن آخر کار قِنَّسْرِین والوں کو یقین ہو گیا کہ اب کوئی راہ نجات نہیں۔ چنانچہ انہوں نے درخواست کی کہ حِمْص کی صلح کی شرائط پر انہیں امان دی جائے لیکن انہوں نے جو پہلے حکم عدولی کی تھی حضرت خالدؓ انہیں اس حکم عدولی کی سزا دینے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ اس لیے حضرت خالدؓ شہر کو تباہ کرنے کے سوا اَور کسی بات پر راضی نہ ہوئے۔ اہل قِنَّسْرِین اپنے مال و متاع اور اہل و عیال کو تقدیر کے حوالے کر کے اَنْطَاکِیَہ بھاگ گئے۔ جس وقت حضرت ابوعُبَیدہ بن الجراحؓ قِنَّسْرِین پہنچے تو انہوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کے اس فیصلے کو عدل و انصاف کے عین مطابق پایا اور شہر کے قلعے اور فصیلیں منہدم کر دیں۔ اس کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ انصاف کے ساتھ شفقت کا سلوک بھی ہونا چاہیے۔ یہ تو انصاف تھا جو پہلے دشمنوں سے کیا گیا، اب شفقت بھی مسلمانوں کو کرنی چاہیے۔ پھر انہوں نے شفقت کیلئے یہ کیا کہ اہلِ شہر کو ان کی درخواست کے مطابق امان بھی دے دی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شہر کے کلیسا اور مکان تقسیم کر دیے گئے۔ چرچ بھی اور مکان بھی تقسیم کر دیے گئے اور نصف حصہ پر مسلمان قابض ہو گئے، نصف حصہ انہی کے پاس رہنے دیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ شہر کی کچھ زمین لے کر وہاں مسجد تعمیر کر دی گئی اور باقی سب کچھ بدستور اہل علاقہ کے قبضہ میں ہی رہنے دیا۔ جو لوگ اَنْطَاکِیَہ بھاگ گئے تھے وہ بھی جزیہ قبول کر کے واپس آ گئے تھے۔ دوسرے مفتوحہ علاقوں کی طرح یہاں کے لوگوں سے بھی بہتر سلوک کیا گیا اور صحیح مساوات کی بنیاد پر ان کے درمیان عدل قائم کیا گیا جس میں کوئی طاقتور کسی بھی کمزور پر ظلم و جبر نہیں کر سکتا تھا۔

(سیدنا عمر فاروق اعظم از محمد حسین ہیکل مترجم، صفحہ 333 تا 339، اسلامی کتب خانہ لاہور)(تاریخ الطبری، جلد2، صفحہ 445، دارالکتب العلمیہ لبنان 1987ء)(معجم البلدان، جلد2، صفحہ 238، دارالکتب العلمیہ بیروت)

پھر فتح قَیسَارِیّہ ہے۔ یہ بھی پندرہ ہجری کی ہے۔ قَیسَارِیّہ شام کا ساحلی شہر ہے جو طَبرِیّہ سے تین دن کی مسافت پر واقع تھا۔ یہ جنگ کس سال میں ہوئی؟ اس کے بارے میں متفرق روایات ملتی ہیں۔ ایک تو ہے کہ پندرہ ہجری۔ دوسرے قول کے مطابق سولہ ہجری میں ہوئی اور تیسری روایت کے مطابق انیس ہجری اور چوتھے قول کے مطابق بیس ہجری میں ہوئی۔ (تاریخ طبری، جلد 2، صفحہ 511، سنۃ 19ھ، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1987ء) (معجم البلدان، جلد 4، صفحہ 478، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بہر حال جس وقت حضرت ابوعُبَیدہؓ شمالی روم میں فاتحانہ پیش قدمی فرما رہے تھے حضرت عمرو بن عاصؓ اور حضرت شُرَحْبِیل بن حَسَنَہؓ روم کی ان فوجوں سے جنگ آزما تھے جو فلسطین میں جمع تھیں اور انہیں شکست دینے کی کوشش کر رہے تھے لیکن یہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ یہ فوجیں کثرتِ تعداد اور سامان کے اعتبار سے بہت قوی تھیں اور ان کی قیادت روم کا سب سے بڑا سپہ سالار اَطْرَ بُون کر رہا تھا جس کی بعید النظری اور جنگی سوجھ بوجھ مملکت میں اپنا کوئی حریف نہ رکھتی تھی۔ اس نے سوچا کہ فوج کو مختلف مقامات پر پھیلا دیا جائے تا کہ زمامِ اقتدار بھی تنہا اسی کے ہاتھ میں رہے اور اگر اس فوج کے کچھ حصوں پر عرب فتح بھی پائیں تو دوسرے حصے اس سے متاثر نہ ہوں۔ چنانچہ اس نے رَمْلَہ اور اسی طرح اِیلِیَا پر ایک بھاری لشکر متعین کیا اور اسکی حمایت کے لیے غَزَّہ، سَبَسْطِیَہ، نَابُلُس، لُدّ اور یَافَا میں فوجیں چھوڑ دیں۔ اسکے بعد عربوں کی آمد کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ اسے یقین تھا کہ وہ عربوں پر فتح پانے اور ان کی قوتوں کو پراگندہ کرنے کی طاقت وقوت رکھتا ہے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے موقع کی نزاکت کو محسوس کر لیا۔ انہوں نے سوچا کہ اگر وہ اپنی تمام فوجوں کے ساتھ اَطْرَ بُون کے مقابلے میں صف آرا ہوتے ہیں تو رومی فوجیں ایک دوسرے سے مل جائیں گی اور وہ ان پر فتح یاب نہ ہوسکیں گے بلکہ ہوسکتا ہے کہ رومی ان پر فتح پالیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عمرؓ کو خط لکھا تو آپ نے یزید بن ابوسفیان کو حکم دیا کہ اپنے بھائی معاویہ کو قَیسَارِیّہ فتح کرنے بھیجو تا کہ بحری راستے سے اَطْرَ بُون کو مدد نہ پہنچ سکے۔ حضرت عمرؓ نے امیر معاویہ کے نام خط میں تحریر فرمایا کہ میں تمہیں قَیسَارِیّہ کا امیر بناتا ہوں، وہاں جاؤ اور اس کے خلاف اللہ سے مدد طلب کرو اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اور اَللّٰهُ رَبُّنَا وَثِقَتُنَا وَرَجَاؤُنَا وَمَوْلٰنَا، نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ بکثرت پڑھو۔ یعنی گناہ سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی طاقت صرف اللہ ہی کو ہے جو بہت بلند شان والا اور بہت عظمت والا ہے اور اللہ ہمارا رب ہے اور ہمارا بھروسہ ہے اور وہ ہماری امید گاہ ہے۔ وہ ہمارا مولیٰ ہے اور کیا ہی اچھا مولیٰ اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔

الفاروق میں لکھا ہے کہ قَیسَارِیّہ پر اول تیرہ ہجری میں عمرو بن عاصؓ نے چڑھائی کی اور مدت تک محاصرہ کیے پڑے رہے لیکن فتح نہ ہوسکا۔ ابوعُبَیدہ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید بن ابی سفیان کو ان کی جگہ مقرر کیا اور حکم دیا کہ قَیسَارِیّہ کی مہم پر جاؤ۔ یزید سترہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ روانہ ہوئے اور شہر کا محاصرہ کیا لیکن اٹھارہ ہجری میں جب بیمار ہوئے تو اپنے بھائی امیر معاویہ کو اپنا قائم مقام مقرر کر کے دِمَشْق چلے آئے۔ وہیں ان کی وفات ہوگئی۔

قَیسَارِیّہ بحرِ شام کے ساحل پر واقع ہے اور فلسطین کے اضلاع میں شمار کیا جاتا ہے۔ آج بہر حال یہ ویران پڑا ہے لیکن اس زمانے میں بہت بڑا شہر تھا اور بقول بَلَاذُرِی کے تین سو بازار آباد تھے جس کی حفاظت پر ایک بہت بڑا رومی لشکر متعین تھا۔ یہاں ان کا ایک بہت مضبوط اور خطرناک سرحدی قلعہ تھا۔ حضرت معاویہؓ نے قَیسَارِیّہ پہنچ کر اسکا محاصرہ کر لیا۔ رومی کبھی اسلامی فوج پر حملہ کرتے لیکن شکست کھا کر پھر اپنے مورچوں میں واپس ہو جاتے۔ آخر کار جب محاصرہ طویل ہوگیا تو ایک دن مرنے مارنے کے ارادے سے نکلے لیکن شکست کھائی اور ایسی عبرت ناک شکست کھائی کہ میدانِ جنگ میں ان کے اسّی ہزار سپاہی مارے گئے اور یہ تعداد ہزیمت وفرار کے بعد ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔ قَیسَارِیّہ کی فتح اور اس کے لشکر کی تباہی کے بعد مسلمان اس طرف سے مطمئن اور محفوظ ہو گئے اور اس رستے سے رومیوں کو کمک کا سلسلہ رک گیا۔ حضرت معاویہؓ نے مالِ غنیمت کے خُمس کے ساتھ فتح کی خبر حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھجوائی۔

ایک اَور روایت میں ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے بڑے ساز و سامان سے محاصرہ کیا۔ شہر والے کئی دفعہ قلعہ سے نکل نکل کر لڑے لیکن ہر دفعہ شکست کھائی تاہم شہر پر قبضہ نہ ہوسکا۔ ایک دن ایک یہودی نے جس کا نام یوسف تھا، امیر معاویہ کے پاس آ کر ایک سرنگ کا نشان دیا جو شہر کے اندر اندر قلعہ کے دروازے تک گئی تھی۔ چنانچہ چند بہادروں نے اس راہ قلعہ کے اندر پہنچ کر دروازہ کھول دیا اور ساتھ ہی تمام فوج ٹوٹ پڑی اور فتح حاصل کی۔

حضرت عُبَادہ بن صَامِتؓ جو بدری صحابہ میں سے ہیں وہ بھی اس جنگ میں شامل تھے۔ ان کی بہادری کا واقعہ قَیسَارِیّہ کی جنگ میں اس طرح ملتا ہے کہ قَیسَارِیّہ کے محاصرے کے مقام پر حضرت عُبَادہ بن صَامِتؓ اسلامی فوج کے مَیمَنَہ کے قائد تھے۔ آپؓ اپنی فوج کو نصیحت کرنے کھڑے ہوئے۔ انہیں گناہوں سے بچنے اور اپنا محاسبہ کرنے کا حکم دیا۔ پھر مجاہدین کا ایک ہجوم لے کر آگے بڑھے اور بہت سارے رومیوں کو قتل کیا لیکن اپنے مقصد میں اچھی طرح کامیاب نہ ہوئے۔ دوبارہ اپنی جگہ واپس آئے، اپنے ساتھیوں کو لڑنے مرنے پر جوش دلایا اور اپنے ساتھ اتنا بڑا ہجوم لے کر حملہ کرنے کے بعد بھی نامراد لوٹنے پر کافی حیرت اور تعجب کا اظہار کیا اور کہا کہ اے اسلام کے پاسبانو! میں بیعت عقبہ میں شریک ہونے والے نقباء میں سے یعنی نقیبوں میں سے کم عمر تھا لیکن مجھے سب سے لمبی عمر ملی۔ اللہ نے میرے حق میں فیصلہ کیا کہ مجھے زندہ رکھا، یہاں تک کہ آج یہاں تمہارے ساتھ اس دشمن سے لڑ رہا ہوں۔ قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے! میں نے مومنوں کی جماعت لے کر جب بھی مشرکوں کی جماعت پر حملہ کیا تو انہوں نے ہمارے لیے میدان خالی کر دیا یعنی ہماری جیت ہوئی اور اللہ نے ان پر ہمیں فتح دی۔ کیا بات ہے کہ تم نے ان پر حملہ کیا اور ان کو ہٹا نہ سکے۔ پھر اسکے بارے میں آپؓ کو جو اندیشہ لاحق تھا اسے ان لفظوں میں بیان کیا کہ مجھے تمہارے بارے میں دو چیزوں کا اندیشہ ہے یا تو تم میں سے کوئی خائن ہے یا جب تم نے حملہ کیا تو مخلص نہیں تھے۔ یا خائن ہو یا اس وقت اخلاص نہیں تھا جب حملہ کر رہے تھے۔ اسکے بعد آپ نے انہیں صدق دل سے شہادت مانگنے کی تلقین کی اور کہا کہ مَیں تم میں سب سے پیش پیش رہوں گا اور ہرگز پیچھے نہیں ہٹوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فتح سے نواز دے یا شہادت کی موت عطا فرمائے۔ چنانچہ جب رومی اور مسلمان آپس میں ٹکرائے تو عُبَادہ بن صَامِتؓ اپنے گھوڑے سے کود کر پیدل ہو گئے۔ عُمَیر بن سعد انصاری نے آپؓ کو پیدل دیکھا تو امیر لشکر کے پیدل لڑنے کی بات مسلمانوں میں عام کر دی اور کہا کہ سب لوگ انہی کی طرح ہو جائیں۔ چنانچہ سب نے رومیوں سے زبردست معرکہ آرائی کی اور انہیں پست کر دیا۔ بالآخر وہ بھاگ کر شہر میں قلعہ بند ہو گئے۔

جس طرح عربوں نے قَیسَارِیّہ پر قبضہ کیا تھا اسی طرح غزہ بھی فتح کر لیا۔ عہد صدیقی میں بھی مسلمان ایک دفعہ غزہ پر قبضہ کر چکے تھے لیکن بعد میں انہیں وہاں سے نکال دیا گیا تھا۔ جب یہ دونوں سرحدی مقام مسلمانوں کے زیر اقتدار آ گئے تو حضرت عمرو بن عاصؓ کو سمندر کی طرف سے اطمینان ہو گیا۔ (سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم از ہیکل، صفحہ 357-359، اسلامی کتب خانہ لاہور) (سیرت امیر المومنین عمر بن خطاب از الصلابی، صفحہ 735-736، 744-745، الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ پاکستان) (الفاروق از شبلی نعمانی، صفحہ 140-141، دار الاشاعت کراچی 1991ء)

یہ قصہ، یہ واقعات ابھی مزید چل رہے ہیں۔ اس وقت میں بعض مرحومین کا ذکر بھی کرنا چاہتا ہوں۔ ان کے جنازے جمعہ کی نماز کے بعد پڑھاؤں گا۔

پہلا ذکر مکرمہ خدیجہ صاحبہ اہلیہ مکرم مولوی کے محمد علوی صاحب سابق مبلغ کیرالہ کا ہے جو گذشتہ دنوں اسّی سال کی عمر میں وفات پا گئی تھیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ ان کے والد کُنہی محی الدین صاحب کیرالہ کے ابتدائی احمدیوں میں سے تھے اور مرحومہ کو بھی بہت چھوٹی عمر میں احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق ملی۔ بڑی صابرہ شاکرہ، صوم وصلوٰۃ کی پابند، دیندار، غریب پرور، مہمان نواز اور قناعت پسند خاتون تھیں۔ مرحومہ کے شوہر مبلغ سلسلہ تھے۔ کئی کئی دن دوروں کی وجہ سے باہر رہتے تھے لیکن مرحومہ میں ہمیشہ شکر گزاری تھی۔ کبھی شکوہ نہیں کیا۔ پسماندگان میں دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں شامل ہیں۔ مرحومہ موصیہ بھی تھیں۔ آپ کے بڑے بیٹے کے محمود صاحب مبلغ سلسلہ تھے جو 54 سال کی عمر میں گردے کے فیل ہونے کی وجہ سے وفات پا گئے تھے۔ ان کے چھوٹے بیٹے بھی معلم سلسلہ ہیں اور پانچوں بیٹیاں بھی مربیان سے بیاہی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا ذکر ملک سلطان رشید خان صاحب کوٹ فتح خان کا ہے۔ یہ سابق امیر ضلع اٹک تھے۔ ملک سلطان رشید خان صاحب 22، 23 اگست کی درمیانی شب وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ ان کے والد کرنل ملک سلطان محمد خان صاحب نے تئیس سال کی عمر میں 1923ء میں حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے۔ پھر ان کی شادی عائشہ صدیقہ صاحبہ جو چودھری فتح محمد صاحب سیالؓ کی بیٹی تھیں ان سے ہوگئی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ہی یہ شادی کروائی تھی۔ سلطان رشید صاحب کے دادا کا نام ملک سلطان سرخرو خان تھا۔ انہیں برطانوی بادشاہ کے دربار میں نمایاں مقام حاصل تھا۔ دربار میں کرسی دی جاتی تھی۔ انہیں اپنے بیٹے ملک سلطان محمد خان صاحب کے چار سال کے بعد احمدیت قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

ملک سلطان رشید خان صاحب کی جماعتی خدمات جو ہیں اس طرح ہیں کہ ان کو 96ء سے لے کر 99ء تک اور پھر 2005ء سے 2014ء تک امیر ضلع اٹک خدمت کی توفیق ملی۔ وفات کے وقت بھی کوٹ فتح خان کے صدر جماعت تھے۔ سابق گورنر مغربی پاکستان امیر محمد خان کے یہ رشتہ دار تھے لیکن وہ دنیا داری میں پڑا ہوا خاندان تھا اور ان کے والد نے احمدی ہونے کے بعد بالکل دنیا داری کو چھوڑا تو نہیں لیکن دنیا میں رہتے ہوئے دین کو مقدم کرنے والوں میں سے تھے اور یہی خصوصیت ملک سلطان رشید خان صاحب کی بھی تھی۔ انہوں نے پہلے شروع میں 1/10 حصہ کی وصیت کی۔ بعد میں 1/7 حصہ کی وصیت کر دی اور پھر حصہ جائیداد بھی ادا کیا۔ جائیداد پر میرا خیال ہے کہ شاید 1/10 حصہ کی وصیت تھی اور باقی آمد پر 1/7 حصہ کی۔ ان کی ہمشیرہ راشدہ سیال کہتی ہیں کہ خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ایک دفعہ مجھے تحریر فرمایا کہ تمہارے ابا احمدیت کے لیے ایک ننگی تلوار تھے اور تمہارے بھائیوں میں بھی یہی رنگ پایا جاتا ہے۔ پھر ملک سلطان رشید صاحب کے بارے میں کہتی ہیں کہ ہمارے بھائی کا خلافت سے بہت ہی گہرا تعلق تھا۔ خلیفۃ المسیح کے ہر حکم کی فوری تعمیل بجالاتے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ خلافت کے معتبر خادم رہے اور کامل لگن کے ساتھ خدمات بجالاتے رہے۔ روحانیت بھی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جب کوئی آپ کو دیکھتا تو محسوس کرتا کہ ان کا اس دنیاوی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بہت زیادہ عاجزی اختیار کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق کے بارے میں زیادہ باتیں نہیں کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ سے بہت تعلق تھا۔ ان کے دن اور رات ہر ایک کے لیے دعاؤں میں بھرے ہوئے تھے خواہ وہ دوست ہو یا رشتہ دار یا اجنبی۔ دوستوں، خاندان اور غیروں میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو کبھی ان کے دروازے سے خالی ہاتھ واپس گیا ہو۔ ان کی سخاوت کا کئی افراد نے ناجائز فائدہ بھی اٹھایا اور ان سے کسی کو بھی انکار نہیں ہوتا تھا۔

کہتی ہیں ایک خاتون میری بھانجی کے پاس آئی۔ وہ کہنے لگی کہ ان ضرورت مند گھروں کا کیا بنے گا جہاں صرف سلطان رشید صاحب کے پیسوں سے چولہے جل رہے تھے؟ یعنی کہ کھانا گزارہ ان کا سلطان رشید صاحب کی مدد سے ہوتا تھا۔ کہتی ہیں انہوں نے کس قدر سخاوت کا مظاہرہ کیا ہمیں اس کا حقیقی ادراک نہیں ہے۔ کہتی ہیں میری بھانجی نے ایک دن ان سے پوچھا کہ آپ جو لوگوں کی اتنی خدمت کرتے ہیں تو کیا لوگ اس کی قدر کریں گے اور یاد رکھیں گے تو آپ نے کہا کہ شاید مجھے یاد نہ رکھیں لیکن میری نیت صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے سے راضی ہو جائے۔ ان کی ایک بہن نعیمہ صاحبہ کہتی ہیں: میرے بھائی میں تبلیغ کا بہت جذبہ تھا۔ کئی سعید روحوں کی ہدایت کا باعث بنے۔ ہر آنے جانے والے کے ساتھ تبلیغ کا موقع نکال لیتے تھے۔ غیر از جماعت دوست اکثر شام کو آجاتے اور گھنٹوں وفات مسیح پر بحث ہوتی حالانکہ اس میں خطرہ بھی تھا۔ عبادت کے ذوق وشوق کا بھی عجیب رنگ تھا۔ عام طور پر کمرہ بند کر کے تنہائی میں اپنے رب سے راز و نیاز

ارشاد باری تعالیٰ

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۚ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ

(سورۃ البقرہ: 239)

(اپنی) نمازوں کی حفاظت کرو بالخصوص مرکزی نماز کی اور اللہ کے حضور فرمانبرداری کرتے ہوئے کھڑے ہو جاؤ۔

DAR FRUIT CO. KULGAM
B.O AHMED FRUITS
Prop. Khawaja Masood Ahmad Dar Asnoor (Kashmir)
Contact: 9622584733, 7006066375 (Saqib)

کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے رؤیا اور کشوف سے بھی انہیں نوازا۔ ایک دفعہ ایبٹ آباد میں گرمیوں کے لیے گئے۔ اچانک ایک مالی پریشانی سے دوچار ہو گئے۔ دعا کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ کہتی ہیں کہ صبح سیر کے لیے گھنے درختوں کے ایک جھنڈ کے پاس سے گزرے تو ایک بلند اور صاف آواز آئی۔ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰہِ۔

زبیری صاحب سابق امیر ضلع اٹک کی بیگم نے ان کی ہمشیرہ کو بتایا، کہتی ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے زمانے میں ضلعی میٹنگ کے لیے ان کے ہاں مقیم تھے تو چہرے پر کچھ کچھ پریشانی سی تھی۔ وجہ پوچھنے پر بتایا کہ ایک تقریر کرنی ہے لیکن تیاری بالکل نہیں ہو سکی۔ دوسرے دن صبح بڑے ہشاش بشاش تھے۔ ناشتے کے لیے آئے تو کہنے لگے کہ رات حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ خواب میں آئے اور ساری تقریر کچھ ہی دیر میں انہوں نے لکھوا دی۔ الحمد للہ میری تقریر تیار ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کا یہ عالم تھا کہ گاؤں میں تنِ تنہا دشمن میں گھرے ہوئے کمال اطمینان سے سالہا سال زندگی بسر کی۔ نہ کوئی ڈر تھا نہ گھبراہٹ۔ بے حد بہادر تھے۔ کہتے تھے حکم الٰہی کے بغیر تو پتہ بھی نہیں ہل سکتا۔ ایک دفعہ ان کے ملازم نے کسی سوالی کو واپس کرنا چاہا تو اسے سمجھایا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے کسی کا وسیلہ بنانا چاہتا ہے تو اس کو لوٹانے والا میں کون ہوتا ہوں۔ ہر قسم کی علمی گفتگو کی مہارت رکھتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا کئی بار مطالعہ کر چکے تھے۔ ماشاء اللہ جامع خصوصیات کے حامل وجود تھے۔ پابند صوم وصلوٰۃ، تہجد گزار، دعا گو اور نہایت حکیمانہ انداز میں بات کرنے والے انسان تھے اور ہر بات کو تبلیغ پر ختم کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا ذکر مکرم عبدالقیوم صاحب انڈونیشیا کا ہے۔ 25/اگست کو ان کی بیاسی سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ مولانا عبدالواحد صاحب سماٹری مرحوم جو غیر ہندوستانی پاکستانی پہلے مبلغ تھے ان کے بیٹے تھے۔ انڈونیشیا کے ایک مشہور ٹیکنیکل سکول سے انہوں نے کیمیکل انجینئرنگ میں بیچلرز کی ڈگری حاصل کی۔ پھر سرکاری سکالرشپ پر اعلیٰ تعلیم کے لیے فرانس گئے اور پٹرولیم اکنامکس میں وہاں ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی۔ پھر منسٹری آف انرجی اور منرل ریسورسز (Ministry of Energy and Mineral Resources) میں ملازم ہوئے۔ وہاں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ ریٹائرڈ ہونے کے باوجود اپنی فیلڈ کے ماہر کے طور پر ان سے کام لیا جاتا تھا۔ پھر تہتر سال کی عمر میں بڑی محنت سے انہوں نے یونیورسٹی آف انڈونیشیا سے کیمیکل انجینئرنگ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی حاصل کر لی۔ موصوف نے ملک کے لیے بھی بہت نمایاں کارنامے سرانجام دیے ہیں۔ 73ء میں انہوں نے گورنمنٹ کو لیکیوفائڈ نیچرل گیس (Liquified Natural Gas) کے بارے میں ایک فارمولا تجویز کیا اور کہتے ہیں اس وقت سے یعنی 1974ء سے لے کے 2000ء تک حکومت کو اس کی وجہ سے ایک سو دس بلین ڈالرز کا منافع ہوا۔ بہرحال احمدی تو ہر جگہ ملک وقوم کی خدمت کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہے لیکن انڈونیشیا میں بھی ملّاں کے زیر اثر بعض علاقوں میں احمدیت کی مخالفت بہت زیادہ ہو جاتی ہے لیکن پھر بھی ہمارا کام تو یہی ہے کہ ملک سے وفادار رہیں۔ ان کو سول سرونٹ (Civil Servant) کے لیے ملک کا سب سے اعلیٰ ایوارڈ بھی ملا۔ 2005ء میں دوسرا بڑا ایوارڈ ملا جو انڈونیشین گورنمنٹ فوج سے باہر شعبہ میں بہت زیادہ نمایاں کارنامہ سرانجام دینے والوں کو دیتی ہے اور ان کے جو ہیروز ہوتے ہیں ان کو ایک قبرستان میں جہاں ایک ملٹری ceremony ہوتی ہے اس میں دفن کیا جاتا ہے۔ بہرحال مرحوم نے کیونکہ وہاں دفن نہیں ہونا تھا اس لیے ان کی وفات پر جو ملٹری سرمنی (ceremony) تھی وہ اب مقبرہ موصیان پارونگ (Parung) میں منعقد ہوئی اور وہاں ان کو اعزاز کے ساتھ دفن کیا گیا۔

بہت پیار کرنے والے تھے اور اپنے بہن بھائیوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ان کے والد نے نصیحت کی تھی کہ بہن بھائیوں کا خیال رکھنا اور ہمیشہ اس پر انہوں نے عمل کیا۔ مربیان اور واقفین زندگی کے ساتھ نہایت عزت و احترام سے پیش آتے تھے۔ ان کے چھوٹے بھائی باسط صاحب مربی سلسلہ بھی ہیں اور انڈونیشیا کے امیر جماعت بھی ہیں۔ ماتحتوں کے ساتھ بھی ان کا بڑا اچھا سلوک ہوتا تھا۔ ان کے ایک ماتحت نے کہا کہ نو سال کی عمر سے میں مرحوم کی زیرِ کفالت رہا ہوں، سکول کی فیس وغیرہ کی ضروریات مرحوم نے ہی ادا کیں۔ اچھے سلوک کی وجہ سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھنے کے بعد میں نے بھی بیعت کر لی۔ مرحوم کی مہربانی اور سخاوت بہت اعلیٰ درجہ کی تھی۔ ہمیشہ لوگوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرتے۔ کبھی اپنے آپ پر فخر نہیں کیا اور نہ ہی اپنے عہدے پر فخر کیا۔ سرکاری گیس کمپنی میں ان کے سابق کارکن تھے وہ کہتے ہیں بہت ہی ذہین، ثابت قدم اور محنتی تھے۔ موصوف بہت ہی مشہور اور بڑے افسر تھے لیکن اس کے باوجود بہت ہی عاجزی رکھنے والے تھے۔ خلافت سے اور جماعت سے نہایت محبت کرنے والے تھے۔ جب بھی جماعت کو قربانی کی ضرورت ہوتی یا مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تو وہ نہایت خلوص دل سے مدد کرتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جب انڈونیشیا گئے ہیں تو انہوں نے ان کے گھر میں ہی قیام فرمایا تھا اور سرکاری ملازم کی حیثیت سے کام کرتے ہوئے مرحوم نے یہ کبھی نہیں چھپایا کہ وہ احمدی ہیں اور نہ بعد میں۔ حالانکہ مخالفت تو بعد میں زیادہ شروع ہو گئی تھی لیکن کبھی اپنا احمدی ہونا نہیں چھپایا۔ اپنے دوستوں کو تبلیغ کرنے میں مستعد تھے اور ایک معروف احمدی شخصیت کے طور پر جانے جاتے تھے۔ ایک دفعہ ایک بجلی کمپنی کے سی ای او نے وزیر کو کہا کہ ڈیم کا پانی کم ہو رہا ہے اور کچھ عرصہ تک یہی حال رہا تو بجلی بند کرنی پڑے گی۔ تو منسٹر صاحب کو ان کی دعاؤں پہ کچھ یقین تھا۔ انہوں نے کہا کہ قیوم صاحب کے پاس جاؤ۔ تو یہ قیوم صاحب کے پاس آئے کہ میری مدد کریں تو انہوں نے کہا اچھا میری مدد! تم نے میرے سے مدد لینی ہے تو میرے ذریعہ سے پھر خلیفۃ المسیح کو، ہمارے امام کو خط لکھو اور اس نے یہ خط لکھا کہ دعا کریں یہ ہو جائے۔ کہتے ہیں منگل کو یہ خط انہوں نے دیا اور اگلے دن ہی موسلا دھار بارش ہو گئی اور ڈیم بھر گیا۔

جماعت کے لیے ان کی خدمات یہ ہیں کہ پارونگ میں ہیڈ کوارٹر کمپلیکس کی تعمیر میں کئی رکاوٹوں کا سامنا تھا۔ اس وقت کے رئیس التبلیغ محمود چیمہ صاحب تھے۔ اُنہوں نے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ فکر نہ کریں۔ مالی معاملات میں کوئی روک تھی، رقم کی کمی تھی۔ انہوں نے کہا کہ میں سارا خرچ ادا کروں گا اور سارا خرچ ادا کیا اور دو سالوں کے اندر ایک بڑی مسجد وہاں بن گئی۔ مرکزی گیسٹ ہاؤس اور مبلغین کے کوارٹرز کی تعمیر کا زیادہ تر حصہ بھی انہوں نے ادا کیا۔ چار عدد کوارٹرز کے سو فیصد تعمیراتی اخراجات مرحوم کی طرف سے تھے۔ ایم ٹی اے انڈونیشیا کے ابتدائی دنوں میں قریباً تمام اخراجات مرحوم اور ان کی اہلیہ نے برداشت کیے۔ مغربی جکارتہ میں واقع سٹوڈیو کے لیے ان کا گھر استعمال کیا جاتا تھا۔ کارکنان کے الاؤنس کی ادائیگی کے اخراجات بھی مرحوم کی طرف سے تھے۔ انڈونیشیا میں ہومیوپیتھی کے ابتدائی دنوں میں ادویات سے لے کر کلینک کی جگہ تک کے تمام اخراجات مرحوم کی فیملی نے برداشت کیے۔ واحد سینئر ہائی سکول کے ابتدائی تعمیراتی اخراجات بھی مرحوم کے خاندان کے عطیات سے آئے۔ اس میں زیادہ تر حصہ انہی کا ہوتا تھا۔ قادیان میں انڈونیشین گیسٹ ہاؤس سرائے ایوب جو زیرِ تعمیر ہے اس کے لیے بھی انہوں نے نمایاں مالی قربانی کی۔ مرحوم نے مرکز کے گرد کافی زمین خریدی۔ پھر رہائش کے لیے جماعت کو دے دی۔ معصوم احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ انڈونیشیا لکھتے ہیں کہ بعض دفعہ جب میٹنگ ہوتی تھی تو عاملہ میں بڑی لمبی بحث چل جاتی تھی۔ لیکن امیر صاحب جو ان کے چھوٹے بھائی بھی ہیں اگر وہ کہتے تھے کہ اب اس معاملے کو ختم کریں تو فوری طور پر چپ ہو جاتے تھے اور اپنی مزید رائے نہیں دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا ذکر مکرم داؤدہ رزاقی یونس (Daouda Razaki Younus) صاحب بینن کا ہے۔ 27/اگست کو چوہتر سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحوم بینن کے پہلے احمدیوں میں سے تھے۔ اپنے گھر میں اکیلے احمدی تھے۔ 1967ء میں اپنے بڑے بھائی ذکر اللہ داؤد صاحب مرحوم جو بینن کے سب سے پہلے احمدی تھے ان کے ذریعہ احمدیت قبول کی۔ ان کے بیوی بچے احمدی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی توفیق دے۔

میاں قمر احمد امیر و مشنری انچارج لکھتے ہیں کہ فوت ہونے سے چند دن قبل قبولیت احمدیت کا واقعہ مجھے بتایا کہ جب میرے بڑے بھائی ذکر اللہ داؤدا جو نائیجیریا میں احمدیت قبول کر چکے تھے ان کے احمدیت قبول کرنے کی خبر ملی اور ساتھ ہی لوگوں کی احمدیت کے بارے میں طرح طرح کی باتیں سنیں تو مَیں ان کو ملنے گیا۔ میں نے ان کو اَلَیْسَ اللّٰہُ کی انگوٹھی پہنے دیکھی تو میں نے فوراً اپنے بڑے بھائی سے پوچھا کہ یہ انگوٹھی کیسی پہن رکھی ہے اور آپ کے مذہب میں اس کی کیا حیثیت ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ اس پر قرآن مجید کی آیت لکھی ہے۔ اس کا مطلب ہے کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں اور جماعت احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے۔ پھر کہتے ہیں میں نے بھائی سے پوچھا کہ کیا احمدیت اسلام سے کوئی مختلف مذہب ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ جس امام کا تم انتظار کر رہے ہو وہ آ گیا ہے اور یہی سچا اسلام ہے۔ پھر کہتے ہیں اس بات کو سن کے میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کیا اور اسلامی اصول کی فلاسفی کا مطالعہ کیا اور میں نے احمدیت قبول کر لی۔

بینن کے پڑھے لکھے احمدیوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ فرانس سے بزنس مینجمنٹ میں انہوں نے ماسٹرز کیا۔ بینن کے بجلی اور پانی کے نیشنل ڈائریکٹر کے عہدے سے ریٹائرڈ ہوئے۔ نہایت بارعب، باریش، باوقار شخصیت تھے۔ نمازوں کے پابند، تہجد گزار، ایک نیک اور مخلص انسان تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء سے بے پناہ محبت تھی۔ ان کی کتب کا مطالعہ آپ کا معمول تھا۔ بہت سے جماعتی عہدوں پر فائز رہے اور جماعت بینن کے لیے آپ کی بہت سی خدمات ہیں۔ یہ وہاں پہلے چیئرمین ہیومینیٹی فرسٹ تھے۔ شروع سے اس عہدے پر رہے۔ یہ میڈیکل کیمپس لگایا کرتے تھے اور خود ڈاکٹرز کے ساتھ جا کر سارا سارا دن بغیر کچھ کھائے انسانی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔

ڈاکٹر قمر احمد علی صاحب کہتے ہیں کہ مجھے بینن میں بطور ڈاکٹر خدمت کی توفیق ملی وہ کہتے ہیں کہ میڈیکل کیمپس کے دوران خواہ تھکاوٹ ہوتی یا سفر کی وجہ سے لیٹ سوتے، ہمیشہ میں نے ان کو رات کو لمبی تہجد پڑھتے دیکھا ہے۔ جب بھی آنکھ کھلی ان کو تہجد پڑھتے دیکھا۔

مظفر احمد صاحب ظفر مبلغ سلسلہ کہہ رہے ہیں کہ جب بھی کوئی تقریر کرتے تو بڑے ہی درد کے ساتھ شرائط بیعت پر عمل کرنے کی تلقین کرتے اور کہتے ہیں خاکسار کو کہا کرتے تھے کہ جب تک ہر احمدی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام یعنی اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کو نہیں سمجھتا تو وہ مادیت پرست ہے۔

پھر امیر صاحب لکھتے ہیں کہ 2006ء میں جماعت کو تیس ایکڑ کا ایک قطعہ عنایت کیا۔ کہتے ہیں کہ 2021ء میں مَیں نے خواہش ظاہر کی کہ بینن میں مدرسۃ الحفظ کی بلڈنگ بنوا کر جماعت کو تحفہ پیش کریں تو انہوں نے بڑا مسکرا کر کہا کہ ان شاء اللہ، اور یہ شروع بھی ہو گیا ہے۔ کہا کرتے تھے کہ اگر جماعت کے بچے پڑھ لکھ جائیں تو بینن کی جماعت افریقہ کی بڑی جماعتوں میں سے ہو گی۔ آپ بچوں کو جماعت کی قیمتی کتابیں بطور انعام دیا کرتے تھے۔ یتیم خانہ بیت الاکرام میں گئے تو ڈاکٹر ولید صاحب جو وہاں کے انچارج ہیں ان کو نصیحت کی کہ ان بچوں کی صحت اور سیکیورٹی کا بہت خیال رکھیں کیونکہ یہ ہماری جماعت اور قوم کے بچے ہیں اور ہم سب ان کے والدین ہیں اور دعائیں بھی دیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے، ان سب کے درجات بلند فرمائے۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ نماز کے بعد ان کے جنازہ غائب ادا کروں گا۔

......☆......☆......☆......

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وہ امت ہرگز برباد نہ ہو گی جس کی ابتداء میں، مَیں ہوں
اور اس کے آخر پر عیسیٰ بن مریم ہوں گے

(کنز العمال، حرف القاف، کتاب القیامۃ، باب خروج المہدی، حدیث: 38671)

طالبِ دُعا: مجلس انصار اللہ کلکتہ (صوبہ بنگال)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایک مسلمان کا حق ہے کہ جب اس کا بھائی اسے دیکھے
تو اس کیلئے سمٹ کر بیٹھے (اور اسے جگہ دے)

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الادب، باب القیام الفصل الثالث)

طالبِ دُعا: اراکین جماعت احمدیہ ممبئی (صوبہ مہاراشٹرا)

خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس اہم ترین جنگ میں عظیم الشان فتح سے ہمکنار کیا

جنگِ یرموک کے عظیم الشان معرکے کا ایمان افروز تفصیلی بیان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت خلیفہ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 17/ستمبر 2021ء بمطابق 17/تبوک 1400 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد،ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ۔
اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کے واقعات کا ذکر چل رہا تھا۔ آج جنگِ یرموک کے بارے میں بیان کروں گا۔ جنگِ یرموک کی تاریخ کے متعلق روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک روایت تو یہی ہے کہ یہ جنگ پندرہ ہجری کو لڑی گئی۔ بعض کے نزدیک یہ تیرہ ہجری میں فتح دمشق سے پہلے لڑی گئی تھی۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عمرؓ کو سب سے پہلے جس جنگ میں فتح کی خوشخبری پہنچی وہ جنگِ یرموک ہی تھی۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ کی وفات کو بیس دن گزر چکے تھے۔ بعض کے نزدیک فتحِ دمشق کی خوشخبری سب سے پہلے ملی تھی۔

(تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر، جزء2، صفحہ 141-143، دار الفکر بیروت 1995ء)

لیکن بہرحال دمشق کی فتح کی خوشخبری والی بات زیادہ صحیح لگتی ہے جو پہلے ہوئی۔ شواہد تو یہی بتاتے ہیں کہ جنگِ یرموک حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہی لڑی گئی تھی۔ رومی جب شکست کھا کھا کر دِمَشق اور حِمص وغیرہ سے نکلے تھے تو اَنطاکیہ پہنچے۔ انطاکیہ شام کا سرحدی شہر ہے۔ اور ہرقل سے فریاد کی کہ عرب نے تمام شام کو پامال کر دیا ہے۔ ہرقل نے اس میں سے چند ہوشیار اور معزز آدمیوں کو دربار میں طلب کیا اور کہا کہ عرب تم سے زور میں، جمعیت میں، ساز و سامان میں کم ہیں پھر تم ان کا مقابلہ کیوں نہیں کر سکتے؟ کیوں نہیں مقابلے میں ٹھہر سکتے؟ اس پر سب نے ندامت سے سر جھکا لیا۔ کسی نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن ایک تجربہ کار بڈھے نے عرض کی کہ عرب کے اخلاق ہمارے اخلاق سے اچھے ہیں۔ وہ رات کو عبادت کرتے ہیں۔ دن کو روزے رکھتے ہیں۔ کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ آپس میں ایک دوسرے سے برابری کے ساتھ ملتے ہیں اور ہمارا یہ حال ہے کہ شراب پیتے ہیں۔ بدکاریاں کرتے ہیں۔ اقرار کی پابندی نہیں کرتے۔ اَوروں پر ظلم کرتے ہیں اور اس کا یہ اثر ہے کہ ان کے کام میں تو جوش ہے اور استقلال پایا جاتا ہے اور ہمارا جو کام ہوتا ہے ہمت اور استقلال سے خالی ہوتا ہے۔

قیصر درحقیقت شام سے نکل جانے کا ارادہ کر چکا تھا لیکن ہر شہر اور ہر ضلع سے جوق در جوق عیسائی فریادی چلے آتے تھے۔ قیصر کو سخت غیرت آئی اور نہایت جوش کے ساتھ آمادہ ہوا کہ اپنی شہنشاہی کا پورا زور عرب کے مقابلے میں صرف کر دیا جائے۔ روم، قُسطَنطِینِیَّہ، جزیرہ آرمینیا، ہر جگہ احکام بھیجے کہ تمام فوجیں اَنطاکیہ میں ایک تاریخ معین تک حاضر ہو جائیں۔ تمام اضلاع کے افسروں کو لکھ بھیجا کہ جس قدر آدمی جہاں سے مہیا ہو سکیں روانہ کیے جائیں۔ ان احکام کا پہنچنا تھا کہ فوجوں کا ایک طوفان اُمڈ آیا۔ انطاکیہ کے چاروں طرف جہاں تک نگاہ جاتی تھی فوجوں کا ٹڈی دَل پھیلا ہوا تھا۔ بے شمار فوج تھی۔

حضرت ابوعُبَیدہؓ نے جو مقامات فتح کر لیے تھے وہاں کے امراء اور رئیس ان کے عدل و انصاف کے اس قدر گرویدہ ہو گئے تھے کہ باوجود مخالفتِ مذہب کے انہوں نے خود اپنی طرف سے دشمن کی خبر لانے کے لیے جاسوس مقرر کر رکھے تھے۔ چنانچہ ان کے ذریعہ سے حضرت ابوعُبَیدہؓ کو تمام واقعات کی اطلاع ہوئی۔ انہوں نے تمام افسروں کو جمع کیا اور کھڑے ہو کر ایک پُراثر تقریر کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ مسلمانو! خدا نے تم کو بار بار جانچا اور تم اس کی جانچ پہ پورے اترے۔ چنانچہ اس کے صلہ میں خدا نے ہمیشہ تم کو مظفر و منصور رکھا، ہمیشہ کامیابی حاصل ہوئی۔ اب تمہارا دشمن اس ساز و سامان سے تمہارے مقابلے کے لیے چلا ہے کہ زمین کانپ اٹھی ہے۔ اب بتاؤ کیا صلاح ہے؟ یزید بن ابی سفیان امیر معاویہ کے بھائی تھے وہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ میری رائے ہے کہ عورتوں اور بچوں کو شہر میں رہنے دیں اور ہم خود شہر کے باہر لشکر آرا ہوں۔ اس کے ساتھ خالد اور عمرو بن عاص کو خط لکھا جائے کہ دمشق اور فلسطین سے چل کر مدد کو آئیں۔ یہاں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ دمشق کی فتح پہلے تھی۔ شُرَحبیل بن حَسَنَہ نے کہا کہ اس موقع پر ہر شخص کو آزادانہ رائے دینی چاہیے۔ یزید نے جو رائے دی بلاشبہ خیرخواہی سے دی ہے لیکن میں اس کا مخالف ہوں۔ شہر والے تمام عیسائی ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ تعصّب سے ہمارے اہل و عیال کو پکڑ کر قیصر کے حوالے کر دیں یا خود مار ڈالیں۔ خود ہی ان کے خلاف کھڑے ہو جائیں۔ حضرت ابوعُبَیدہؓ نے کہا کہ اس کی تدبیر یہ ہے کہ ہم عیسائیوں کو شہر سے نکال دیں تو ہمارے بیوی بچے محفوظ ہو جائیں گے۔ شُرَحبیل نے اٹھ کر کہا کہ اے امیر! تجھ کو ہرگز یہ حق حاصل نہیں ہے۔ ہم نے ان عیسائیوں کو اس شرط پر امن دیا ہے کہ وہ شہر میں اطمینان سے رہیں اس لیے نقضِ عہد کیونکر ہو سکتا ہے؟ ہم ایک عہد کر چکے ہیں۔ کس طرح اس عہد کو توڑیں کہ ان کو شہر سے نکال دیں۔ حضرت ابوعُبَیدہؓ نے اپنی غلطی تسلیم کی لیکن یہ بحث طے نہیں ہوئی کہ آخر کیا کیا جائے۔ عام حاضرین نے رائے دی کہ حِمص میں ٹھہر کے فوجی امداد کا انتظار کیا جائے۔ ابوعُبَیدہؓ نے کہا کہ اتنا وقت کہاں ہے؟ آخر یہ رائے ٹھہری کہ حِمص کو چھوڑ کر دِمَشق روانہ ہوں، وہاں خالد موجود ہیں اور عرب کی سرحد قریب ہے۔ یہ ارادہ مصمم ہو چکا تو حضرت ابوعُبَیدہؓ نے حبیب بن مَسْلَمَہ کو جو افسر خزانہ تھے بلا کر کہا کہ عیسائیوں سے جو جزیہ یا خراج لیا جاتا ہے، جو بھی ٹیکس وصول کیا جاتا ہے، اس وقت ہماری حالت ایسی نازک ہے کہ ہم ان کی حفاظت کا ذمہ نہیں اٹھا سکتے۔ یہ تو اس لیے تھا کہ ان کی بہتری کے لیے ان کی حفاظت کے لیے کام ہو گا لیکن وہ ہم کر نہیں سکتے۔ اس لیے جو کچھ ان سے وصول ہوا ہے سب ان کو واپس دے دو اور ان سے کہہ دو کہ ہم کو تمہارے ساتھ جو تعلق تھا اب بھی ہے لیکن چونکہ اس وقت تمہاری حفاظت کے ہم ذمہ دار نہیں ہو سکتے اس لیے جزیہ جو حفاظت کا معاوضہ ہے تمہیں واپس کیا جاتا ہے۔

چنانچہ کئی لاکھ کی رقم جو وصول ہوئی تھی کُل واپس کر دی گئی۔ عیسائیوں پر اس واقعہ کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ روتے جاتے تھے اور جوش کے ساتھ کہتے جاتے تھے کہ خدا تم کو واپس لائے۔ یہودیوں پر اس سے بھی زیادہ اثر ہوا۔ انہوں نے کہا کہ تورات کی قسم! جب تک ہم زندہ ہیں قَیصر حِمص پر قبضہ نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر شہر پناہ کے دروازے بند کر دیے اور ہر جگہ چوکی پہرہ بٹھا دیا۔ ابوعُبَیدہؓ نے صرف حِمص والوں کے ساتھ یہ برتاؤ نہیں کیا بلکہ جس قدر اضلاع فتح ہو چکے تھے ہر جگہ لکھ بھیجا کہ جزیہ کی جس قدر رقم وصول ہوئی ہے واپس کر دی جائے۔ غرض ابوعُبَیدہ دمشق کو روانہ ہوئے اور ان تمام حالات سے حضرت عمرؓ کو اطلاع دی۔

حضرت عمرؓ یہ سن کر کہ مسلمان رومیوں کے ڈر سے حِمص چلے آئے ہیں نہایت رنجیدہ ہوئے لیکن جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ کُل فوج اور افسران فوج نے یہی فیصلہ کیا ہے تو فی الجملہ تسلی ہوئی اور فرمایا کہ خدا نے کسی مصلحت سے تمام مسلمانوں کو اس رائے پر متفق کیا ہو گا۔ یہ بھی حوالے ملتے ہیں کہ پہلے حضرت عمرؓ سے پوچھا گیا تھا اور حضرت عمرؓ نے ہی فرمایا تھا کہ اگر تم حفاظت نہیں کر سکتے تو ان کا سب کچھ، جو کچھ بھی جزیہ وغیرہ لیا ہے واپس کرو۔ ابوعُبَیدہؓ کو حضرت عمرؓ نے جواب لکھا کہ میں مدد کے لیے سعید بن عامر کو بھیجتا ہوں لیکن فتح و شکست فوج کی قلت و کثرت پر نہیں ہوا کرتی۔ ابوعُبَیدہؓ نے دمشق پہنچ کر تمام افسروں کو جمع کیا اور ان سے مشاورت کی۔ یزید بن ابی سُفیان، شُرَحبیل بن حَسَنَہ، مُعاذ بن جبل سب نے مختلف رائیں دیں۔ اسی اثنا میں عمرو بن عاص کا قاصد خط لے کر پہنچا جس کا یہ مضمون تھا کہ اردن کے اضلاع میں عام بغاوت پھیل گئی ہے اور رومیوں کی آمد آمد نے سخت تہلکہ ڈال دیا ہے اور حِمص کو چھوڑ کر چلے آنا نہایت بے رعبی کا سبب ہوا ہے۔ ابوعُبَیدہؓ نے جواب میں لکھا کہ حِمص کو ہم نے ڈر کر نہیں چھوڑا بلکہ مقصود یہ تھا کہ دشمن محفوظ مقامات سے نکل آئے اور اسلامی فوجیں جو جابجا پھیلی ہوئی ہیں یکجا ہو جائیں اور خط میں یہ بھی لکھا کہ تم اپنی جگہ سے نہ ٹلو۔ میں وہیں آ کر تم سے ملتا ہوں۔ دوسرے دن ابوعُبَیدہؓ دمشق سے روانہ ہو گئے اور اردن کی حدود میں یرموک پہنچ کر قیام کیا۔ یرموک شام کے نواح میں نشیبی وادی تھی جہاں دریائے اردن بہتا تھا۔ عمرو بن عاص بھی یہیں آ کر ملے۔ یہ موقع جنگ کی ضرورتوں کے لیے اس لحاظ سے مناسب تھا کہ عرب کی سرحد بہ نسبت اَور تمام مقامات کے یہاں سے قریب تھی اور پشت پر عرب کی سرحد تک کھلا میدان تھا جس سے یہ موقع حاصل تھا کہ ضرورت پر جہاں تک چاہیں پیچھے ہٹتے جائیں۔

حضرت عمرؓ نے سعید بن عامر کے ساتھ جو فوج روانہ کی تھی وہ ابھی نہیں پہنچی تھی۔ ادھر رومیوں کی آمد اور ان کے سامان کا حال سن کر مسلمان گھبرائے جاتے تھے۔ ابوعُبَیدہؓ نے حضرت عمرؓ کے پاس ایک اَور قاصد دوڑایا اور لکھا کہ رومی بحر و بر سے اُبل پڑے ہیں اور جوش کا یہ حال ہے کہ فوج جس راہ سے گزرتی ہے راہب اور خانقاہ نشین جنہوں نے کبھی خلوت سے قدم باہر نہیں نکالا وہ بھی نکل نکل کر فوج کے ساتھ ہوتے جاتے ہیں۔ جب یہ خط پہنچا تو حضرت عمرؓ نے مہاجرین اور انصار کو جمع کیا اور خط پڑھ کر سنایا۔ تمام صحابہ بے اختیار رو پڑے اور نہایت جوش کے ساتھ پکار کر کہا کہ امیر المومنین! خدا کے لیے ہمیں اجازت دیں کہ ہم اپنے بھائیوں پر جا کر نثار ہو جائیں۔ خدانخواستہ ان کا بال بھی بیکا ہوا تو پھر جینا بے سود ہے۔ مہاجرین و انصار کا جوش بڑھتا جاتا تھا یہاں تک کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ امیر المومنین! آپؓ خود سپہ سالار بنیں اور ہمیں ساتھ لے کر چلیں لیکن اَور صحابہ نے اس رائے سے اختلاف کیا اور رائے یہ ٹھہری کہ اَور امدادی فوجیں بھیجی جائیں۔ حضرت عمرؓ نے قاصد سے دریافت کیا کہ دشمن کہاں تک آ گئے ہیں؟ اس نے کہا کہ یرموک سے تین چار منزل کا فاصلہ رہ گیا ہے۔ حضرت عمرؓ نہایت غمزدہ ہوئے اور فرمایا کہ افسوس اب کیا ہو سکتا ہے۔ اتنے عرصہ میں کیونکر مدد پہنچ سکتی ہے؟ ابوعُبَیدہؓ کے نام نہایت پُرتاثیر الفاظ میں ایک خط لکھا اور قاصد سے کہا کہ خود ایک ایک صف میں جا کر یہ خط سنانا اور زبانی کہنا کہ عمر تم لوگوں کو سلام کہتا ہے اور کہتے ہیں کہ اے اہل اسلام! بے جگری سے لڑو اور اپنے دشمنوں پر شیروں کی طرح جھپٹو اور تلواروں سے ان کی کھوپڑیوں کو کاٹ ڈالو اور چاہیے کہ وہ لوگ تمہارے نزدیک چیونٹیوں سے بھی حقیر ہوں۔ ان کی کثرت تم لوگوں کو خوفزدہ نہ کرے اور تم میں سے جو ابھی تم سے نہیں ملے ان کی وجہ سے پریشان نہ ہونا۔ یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ جس دن قاصد ابوعُبَیدہ کے پاس آیا اسی دن سعید بن عامر بھی ہزار آدمی کے ساتھ پہنچ گئے۔ مسلمانوں کو نہایت تقویت ہوئی اور انہوں نے نہایت استقلال کے ساتھ لڑائی کی تیاریاں شروع کیں۔

معاذ بن جبلؓ کو جو بڑے رتبے کے صحابی تھے مَیمَنَہ پر مقرر کیا۔ قُبَاث بن اَشْیَم کو مَیسَرَہ اور ہاشم بن عُتْبہ کو پیدل فوج کی افسری دی۔ اپنے رکاب کی فوج کے چار حصے کیے۔ ایک کو اپنی رکاب میں رکھا باقی پر قَیس بن ھُبَیرَہ، مَیسَرَہ بن مَسرُوق، عَمرو بن طُفَیل کو مقرر کیا۔ یہ تینوں بہادر تمام عرب میں انتخاب تھے یعنی بہت بہادر کہلائے جاتے تھے اور اس وجہ سے 'فارس العرب' کہلاتے تھے۔ رومی بھی بڑے سرو سامان سے نکلے تھے۔ دو لاکھ سے زیادہ جمعیت تھی اور چوبیس صفیں

تھیں جن کے آگے آگے ان کے مذہبی پیشوا ہاتھوں میں صلیبیں لیے جوش دلاتے جاتے تھے۔

فوجیں بالمقابل آ گئیں تو ایک بِطرِیق صف چیر کر نکلا اور کہا کہ میں تنہا لڑنا چاہتا ہوں۔ بِطرِیق عیسائیوں کے مذہبی پیشواؤں کو کہتے ہیں۔ مَیْسَرَہ بن مسروق نے گھوڑا بڑھایا مگر چونکہ حریف نہایت تنومند اور جوان تھا۔ خالد نے روکا اور قیس بن ھُبَیْرَہ کی طرف دیکھا۔ وہ شعر پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔ قیس اس طرح جھپٹ کر پہنچے کہ بِطرِیق ہتھیار بھی نہیں سنبھال سکا اور ان کا وار چل گیا۔ تلوار سر پر پڑی اور خود کو کاٹتی ہوئی گردن تک اتر گئی۔ بِطرِیق ڈگمگا کر گھوڑے سے گرا۔ ساتھ ہی مسلمانوں نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا۔ خالد نے کہا شگون اچھا ہے اور اب خدا نے چاہا تو آگے فتح ہماری ہے۔ عیسائیوں نے خالد کے ہمرکاب افسروں کے مقابلے میں جدا جدا فوجیں متعین کیں لیکن سب نے شکست کھائی اور اس دن یہیں تک نوبت پہنچی کہ لڑائی ملتوی ہو گئی۔ رومیوں نے جب دیکھا کہ ہم تو شکست کھا رہے ہیں تو رات کو رومیوں کے سپہ سالار باہان نے سرداروں کو جمع کر کے کہا کہ عربوں کو شام کی دولت کا مزہ پڑ چکا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ مال و زَر کی طمع دلا کر ان کو یہاں سے ٹالا جائے بجائے جنگ کرنے کے۔ سب نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ دوسرے دن ابوعُبَیدہؓ کے پاس قاصد بھیجا کہ کسی معزز افسر کو ہمارے پاس بھیج دو۔ ہم اس سے صلح کے متعلق گفتگو کرنی چاہتے ہیں۔ ابوعُبَیدہؓ نے خالد کا انتخاب کیا۔ قاصد جو پیغام لے کر آیا اس کا نام جارج تھا۔ اردو سیرت نگاروں نے جارج لکھا ہے لیکن عرب دانوں کے لیے میں بتا دوں کہ عربی کتب میں اس کا نام جَرْجَۃ بیان ہوا ہے۔ بہرحال جس وقت وہ پہنچا اس وقت شام ہو چکی تھی۔ ذرا دیر کے بعد مغرب کی نماز شروع ہوئی۔ مسلمان جس ذوق و شوق سے تکبیر کہہ کر کھڑے ہوئے اور جس محویت اور سکون اور وقار اور ادب و خضوع سے انہوں نے نماز ادا کی۔ قاصد نہایت حیرت و استعجاب کی نگاہ سے دیکھتا رہا یہاں تک کہ جب نماز ہو چکی تو اس نے ابوعُبَیدہؓ سے چند سوالات کیے جن میں ایک یہ تھا کہ تم عیسیٰ کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہو۔ ابوعُبَیدہؓ نے قرآن کی یہ آیتیں پڑھیں کہ اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَہٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ (آل عمران: 60) یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ لَا تَغۡلُوۡا فِیۡ دِیۡنِکُمۡ وَ لَا تَقُوۡلُوۡا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الۡحَقَّ ؕ اِنَّمَا الۡمَسِیۡحُ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ وَ کَلِمَتُہٗ ۚ اَلۡقٰہَاۤ اِلٰی مَرۡیَمَ وَ رُوۡحٌ مِّنۡہُ ۫ فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ ۚ۟ وَ لَا تَقُوۡلُوۡا ثَلٰثَۃٌ ؕ اِنۡتَہُوۡا خَیۡرًا لَّکُمۡ ؕ اِنَّمَا اللّٰہُ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبۡحٰنَہٗۤ اَنۡ یَّکُوۡنَ لَہٗ وَلَدٌ ۘ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیۡلًا ۞ لَنۡ یَّسۡتَنۡکِفَ الۡمَسِیۡحُ اَنۡ یَّکُوۡنَ عَبۡدًا لِّلّٰہِ وَ لَا الۡمَلٰٓئِکَۃُ الۡمُقَرَّبُوۡنَ (النساء: 172-173) کہ (یاد رکھو) عیسیٰ کا حال اللہ کے نزدیک یقیناً آدم کے حال کی طرح ہے۔ اسے یعنی آدم کو اس نے خشک مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اس کے متعلق کہا کہ تُو وجود میں آ جا تو وہ وجود میں آنے لگا۔ اے اہل کتاب! تو اپنے دین کے معاملے میں غلو سے کام نہ لو اور اللہ کے متعلق سچی بات کے سوا کچھ نہ کہو۔ مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کا صرف ایک رسول اور اس کی ایک بشارت تھا جو اس نے مریم پر نازل کی تھی اور اس کی طرف سے ایک رحمت تھا۔ اس لیے تم اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لاؤ اور یوں نہ کہو کہ خدا تین ہیں۔ اس امر سے باز آ جاؤ۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ اللہ ہی اکیلا معبود ہے۔ وہ اس بات سے پاک ہے کہ اسکے ہاں اولاد ہو۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور اللہ کی حفاظت کے بعد اور کسی کی حفاظت کی ضرورت نہیں۔ مسیح ہرگز اس امر کو برا نہیں منائے گا کہ وہ اللہ کا ایک بندہ متصور ہو اور نہ ہی مقرب فرشتے اسے برا منائیں گے۔

بہرحال ترجمہ کرنے والے نے ان آیات کا ترجمہ کیا تو جارج جو قاصد تھا بے اختیار پکار اٹھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ کے یہی اوصاف ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارا پیغمبر سچا ہے۔

یہ کہہ کر اس نے کلمہ توحید پڑھا اور مسلمان ہو گیا اور وہ اپنی قوم کے پاس واپس نہیں جانا چاہتا تھا لیکن حضرت ابوعُبَیدہؓ نے اس خیال سے کہ رومیوں کو بدعہدی کا گمان نہ ہو اُسے مجبور کیا اور کہا کہ کل یہاں سے ہمارا جو سفیر جائے گا اس کے ساتھ واپس چلے آنا، ابھی تم واپس جاؤ۔ دوسرے دن حضرت خالدؓ رومیوں کی لشکرگاہ میں گئے۔ رومیوں نے اپنی شوکت دکھانے کے لیے پہلے سے ہی انتظام کر رکھا تھا کہ راستے کے دونوں جانب دور تک سواروں کی صفیں قائم تھیں جو سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھے لیکن حضرت خالدؓ نے اس بے پرواہی اور تحقیر کی نگاہ سے ان پر نظر ڈالی اور اس طرح نظر ڈالتے جاتے تھے جس طرح شیر بکریوں کے ریوڑ کو چیرتا چلا جاتا ہے۔

بَاہَان کے خیمے کے پاس پہنچے تو اس نے نہایت احترام کے ساتھ استقبال کیا اور لا کر اپنے پاس اپنے برابر بٹھایا۔ مترجم کے ذریعہ سے گفتگو شروع ہوئی۔ بَاہَان نے معمولی بات چیت کے بعد لیکچر کے طریقے پر تقریر شروع کی۔ حضرت عیسیٰ کی تعریف کے بعد قیصر کا نام لیا اور فخر سے کہا کہ ہمارا بادشاہ تمام بادشاہوں کا شہنشاہ ہے۔ مترجم نے ان الفاظ کا ابھی پورا ترجمہ نہیں کیا تھا کہ خالد نے بَاہَان کو روک دیا اور کہا کہ تمہارا بادشاہ ایسا ہی ہوگا لیکن ہم نے جس کو سردار بنایا ہے اس کو ایک لمحے کے لیے بھی اگر بادشاہی کا خیال آئے تو ہم فوراً اس کو معزول کر دیں۔

بَاہَان نے پھر تقریر شروع کی اور اپنی جاہ و دولت کا فخر بیان کر کے کہا۔ اہل عرب! تمہاری قوم کے لوگ ہمارے ملک میں آ کر آباد ہوئے۔ ہم نے ہمیشہ ان کے ساتھ دوستانہ سلوک کیے۔ ہمارا خیال تھا کہ ان مراعات کا تمام عرب ممنون ہوگا لیکن خلافِ توقع تم ہمارے ملک پر چڑھ آئے اور چاہتے ہو کہ ہم کو ہمارے ملک سے نکال دو۔ تمہیں معلوم نہیں کہ بہت سی قوموں نے بارہا ایسے ارادے کیے لیکن کبھی کامیاب نہیں ہوئیں۔ اب تم جو ہو تمام دنیا میں تم سے زیادہ کوئی قوم جاہل نہیں ہے۔ وحشی اور بے ساز و سامان نہیں ہے، تمہیں یہ حوصلہ ہوا ہے کہ ہمارے پہ چڑھائی کر دو لیکن ہم اس پر بھی درگزر کرتے ہیں بلکہ اگر تم یہاں سے چلے جاؤ تو انعام کے طور پر سپہ سالار کو دس ہزار دینار اور افسروں کو ہزار ہزار اور عام سپاہیوں کو سو سو دینار دلا دیے جائیں گے۔ حالانکہ ایک بہت بڑی فوج تو خود انہوں نے مسلمانوں کے خلاف جمع کی تھی کہ مسلمانوں کو ختم کیا جائے لیکن جب دیکھا کہ جنگ جیتنا آسان نہیں تو پھر یہ شرطیں لگائیں۔ بہرحال بَاہَان اپنی تقریر ختم کر چکا تو حضرت خالدؓ اٹھے اور حمد و نعت کے بعد کہا کہ بے شبہ تم دولت مند ہو، مالدار ہو، صاحبِ حکومت ہو۔ تم نے اپنے ہمسایہ عربوں کے ساتھ جو سلوک کیا وہ بھی ہمیں معلوم ہے لیکن یہ تمہارا کچھ احسان نہ تھا بلکہ اشاعتِ مذہب کی ایک تدبیر تھی۔ تم اپنا مذہب پھیلانا چاہتے تھے جس کا یہ اثر ہوا کہ وہ عرب عیسائی ہو گئے اور آج خود ہمارے مقابلے میں تمہارے ساتھ ہو کر ہم سے لڑ رہے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ ہم نہایت محتاج، تنگ دست اور خانہ بدوش تھے۔ ہمارے ظلم و جہالت کا یہ حال تھا کہ قوی جو مضبوط آدمی تھا وہ کمزور کو پیس ڈالتا تھا۔ قبائل آپس میں لڑ لڑ کر برباد ہوتے جاتے تھے لیکن خدا نے ہم پر رحم کیا اور ایک پیغمبر بھیجا جو خود ہماری قوم سے تھا اور ہم میں سب سے زیادہ شریف، زیادہ فیاض، زیادہ پاک خُو تھا۔ اس نے ہمیں توحید سکھائی اور بتلا دیا کہ خدا کا کوئی شریک نہیں۔ وہ بیوی اولاد نہیں رکھتا، وہ بالکل یکتا و یگانہ ہے۔ اس نے ہمیں یہ بھی حکم دیا کہ ہم ان عقائد کو تمام دنیا کے سامنے پیش کریں جس نے ان کو مانا وہ مسلمان ہے اور ہمارا بھائی ہے۔ جس نے نہ مانا لیکن جزیہ دینا قبول کرتا ہے اس کے ہم حامی اور محافظ ہیں۔ جس کو دونوں سے انکار ہے اس کے لیے تلوار ہے۔ جو نہیں مانتے اور پھر لڑائی کرنے کو بھی تیار ہیں تو پھر ہم بھی تیار ہیں۔ بَاہَان نے جزیہ کا نام سن کر ایک ٹھنڈی سانس بھری اور اپنے لشکر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ مر کر بھی جزیہ نہ دیں گے۔ ہم جزیہ لیتے ہیں دیتے نہیں۔ غرض کوئی معاملہ طے نہیں ہوا اور خالد اٹھ کر چلے آئے۔ اب اس آخری لڑائی کی تیاریاں شروع ہوئیں۔ اس کے بعد رومی پھر کبھی سنبھل نہ سکے۔ حضرت خالدؓ کے چلے آنے کے بعد باہان نے سرداروں کو جمع کیا اور کہا کہ تم نے سنا، اہل عرب کا دعویٰ ہے کہ جب تک تم ان کی رعایا نہ بن جاؤ ان کے حملے سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ تمہیں ان کی غلامی منظور ہے؟ تمام افسروں نے بڑے جوش سے کہا کہ ہم مر جائیں گے مگر یہ ذلت گوارا نہیں ہو سکتی۔

صبح ہوئی تو رومی اس جوش اور سر و سامان سے نکلے کہ مسلمانوں کو بھی حیرت ہو گئی۔ حضرت خالدؓ نے یہ دیکھ کر عرب کے عام قاعدے کے خلاف نئے طور سے فوج آرائی کی۔ جب حضرت خالدؓ نے دیکھا کہ رومی اس جوش اور سر و سامان سے نکلے ہیں تو انہوں نے عرب کا جو عام قاعدہ تھا لڑائی کرنے کا اس کے خلاف، اس کے الٹ ایک نئے طریقے سے فوج کو سامنے کھڑا کیا۔ اور فوج جو تیس پینتیس ہزار تھی اس کے چھتیس حصے کیے اور آگے پیچھے نہایت ترتیب کے ساتھ اس قدر صفیں قائم کیں۔ قلب ابوعُبَیدہ کو دیا، مَیمَنہ پر عَمرو بن عاص اور شُرَحبِیل مامور ہوئے، مَیْسَرہ یزید بن ابوسفیان کی کمان میں تھا۔ ان کے علاوہ ہر صف پر الگ الگ جو افسر متعین کیے تو چن کر ان لوگوں کو کیا جو بہادری اور فنونِ جنگ میں شہرت عام رکھتے تھے۔ خطباء جو اپنے زور کلام سے لوگوں میں ہلچل ڈال دیتے تھے، ایسے خطیب تھے جو لوگوں میں جوش پیدا کرنے والے تھے اس خدمت پر مامور ہوئے کہ پُرجوش تقریروں سے فوج کو جوش دلائیں۔ انہی میں ابوسفیان بھی تھے جو فوجوں کے سامنے یہ الفاظ کہتے پھرتے تھے کہ اللہ! اللہ! تم لوگ عرب کے محافظ اور اسلام کے مددگار ہو اور وہ لوگ روم کے محافظ اور شرک کے مددگار ہیں۔ اے اللہ! یہ دن تیرے ایام میں سے ہے۔ اے اللہ! اپنے بندوں پر اپنی مدد نازل فرما۔ عمرو بن عاص کہتے پھرتے تھے کہ اے لوگو! اپنی آنکھیں نیچی رکھو اور گھٹنوں کے بل بیٹھ جاؤ اور اپنے نیزوں کو تان لو اور اپنی جگہ اور اپنی صفوں میں جم جاؤ۔ جب تمہارا دشمن تم پر حملہ آور ہو تو انہیں مہلت دو یہاں تک کہ جب وہ نیزوں کی انیوں کی زد میں آ جائے تو ان پر شیروں کی طرح جھپٹ پڑو۔ اس خدا کی قسم! جو راستی پر خوش ہوتا ہے اور اس پر ثواب دیتا ہے اور جو جھوٹ سے ناراض ہوتا ہے اور اس پر سزا دیتا ہے اور احسان کی جزا دیتا ہے، یقیناً مجھے یہ خبر ملی ہے کہ مسلمان بستی کے بعد بستی اور محل کے بعد محل کو فتح کرتے ہوئے اس ملک پر فتح حاصل کریں گے۔ پس ان لوگوں کی جمعیت اور ان کی تعداد تمہیں خوف زدہ نہ کرے۔ اگر تم لوگوں نے ثابت قدمی سے لڑائی کی تو یہ لوگ حَجَل یعنی تیتر جو ایک پرندہ ہے اس کے بچوں کی طرح خوف زدہ ہو کر منتشر ہو جائیں گے۔

مسلمان فوج کی تعداد اگرچہ کم تھی یعنی تیس پینتیس ہزار سے زیادہ آدمی نہ تھے لیکن تمام عرب میں منتخب تھے۔ ان میں سے خاص وہ بزرگ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھا تھا ایک ہزار تھے۔ سو بزرگ وہ تھے جو جنگِ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ عرب کے مشہور قبائل میں سے دس ہزار سے زیادہ صرف اَزْد کے قبیلے کے لوگ تھے۔ حِمْیَر کی ایک بڑی تعداد، جماعت تھی۔ ہَمْدَان، خَوْلَان، لَخْم، جُذَام وغیرہ کے مشہور بہادر تھے۔ اس معرکے کی ایک یہ بھی خصوصیت ہے کہ عورتیں بھی اس میں شریک تھیں اور نہایت بہادری سے لڑیں۔ امیر معاویہ کی ماں، ابوسفیان کی بیوی ہند، حضرت ہندؓ جو بعد میں اسلام لے آئی تھیں حملہ کرتی ہوئی بڑھتی تھیں تو پکارتی تھیں کہ تم ان نامختونوں یعنی ان کافروں کو اپنی تلواروں سے کاٹ کر رکھ دو۔ اسی طرح ابوسفیان کی بیٹی اور امیر معاویہ کی بہن جُوَیرِیَہ نے ایک جماعت کے ساتھ نکل کر، اپنے شوہر کے ساتھ مل کر رومی فوج کا مقابلہ کیا اور ایک شدید لڑائی میں شہید ہو گئیں۔ مِقْدَاد جو نہایت خوش آواز تھے فوج کے آگے آگے سورہ اَنْفَال جس میں جہاد کی ترغیب ہے تلاوت کرتے جاتے تھے۔

ادھر رومیوں کے جوش کا یہ عالَم تھا کہ تیس ہزار آدمیوں نے پاؤں میں بیڑیاں پہن لیں کہ ہٹنے کا خیال تک نہ آئے اور اپنے پاؤں کو بھی ایک دوسرے کے ساتھ باندھ دیا۔

جنگ کی ابتدا رومیوں کی طرف سے ہوئی۔ دو لاکھ کا ٹڈی دل لشکر ایک ساتھ بڑھا۔ ہزاروں پادری اور بشپ ہاتھوں میں صلیب لیے آگے بڑھے اور حضرت عیسیٰ کی جے پکارتے آتے تھے۔ یہ ساز و سامان دیکھ کر ایک شخص کی زبان سے بے اختیار نکلا کہ اللہ اکبر! کس قدر بے انتہا فوج ہے۔ حضرت خالدؓ نے جوش سے کہا چپ رہ۔ خدا کی قسم! میرے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

جو بیعت اور ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اس کو ٹٹولنا چاہئے کہ کیا میں چھلکا ہی ہوں یا مغز؟ جب تک مغز پیدا نہ ہو ایمان، محبت، اطاعت، بیعت، اعتقاد، مریدی، اسلام، کا مدّعی سچا مدّعی نہیں ہے

(ملفوظات، جلد 2، صفحہ 167، ایڈیشن 1984ء)

طالب دُعا: افراد خاندان محترم ڈاکٹر خورشید احمد صاحب مرحوم جماعت احمدیہ اَرول (بہار)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

ہم دیکھتے ہیں کہ اس جماعت نے اخلاص اور محبت میں بڑی نمایاں ترقی کی ہے، بعض اوقات جماعت کا اخلاص، محبت اور جوشِ ایمان دیکھ کر خود ہمیں تعجب اور حیرت ہوتی ہے

(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 605، ایڈیشن 1988ء)

Courtesy:Alladin Builders e-mail: khalid@alladinbuilders.com

گھوڑے کے سُم اچھے ہوتے تو میں کہہ دیتا کہ عیسائی اتنی ہی فوج اَور بڑھا لیں۔ غرض عیسائیوں نے نہایت زور شور سے حملہ کیا اور تیروں کا مینہ برساتے بڑھے۔ مسلمان دیر تک ثابت قدم رہے لیکن حملہ اس زور کا تھا کہ مسلمانوں کا مَیْمَنہ ٹوٹ کر فوج سے الگ ہو گیا اور نہایت بے ترتیبی سے پیچھے ہٹا۔ ہزیمت یافتہ ہٹتے ہٹتے عورتوں کے خیمہ گاہ تک پہنچ گئے۔ عورتوں کو مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر سخت غصہ آیا اور خیمہ کی لکڑیاں اکھاڑ لیں اور پکاریں کہ نامرادو! اِدھر آئے تو لکڑیوں سے تمہارے سر توڑ دیں گی۔ ہند ابوسفیان کی بیوی ہاتھوں میں لاٹھی لے کر آگے بڑھی۔ دیگر خواتین بھی ان کے پیچھے پیچھے آگے بڑھیں۔ ہند نے ابوسفیان کو بھاگتے دیکھا تو ان کے گھوڑے کے منہ پر میخ مارتے ہوئے کہا کہ کدھر جا رہے ہو؟ واپس آؤ اور جنگ کے میدان میں جاؤ۔

اسی طرح ایک اَور روایت ہے اس کے مطابق ہند لکڑی اٹھا کر ابوسفیان کی طرف لپکیں اور کہا کہ خدا کی قسم! تم دینِ حق کی مخالفت کرنے اور خدا کے سچے رسولؐ کو جھٹلانے میں بہت سخت تھے۔ آج موقع ہے کہ میدانِ جنگ میں دینِ حق کی سربلندی اور رسولِ خداؐ کی خوشنودی کے لیے اپنی جان قربان کر دو اور خدا کے سامنے سرخرو ہو جاؤ۔

ابوسفیان کو سخت غیرت آئی اور پلٹ کر شمشیر بدست دشمن کے ٹڈی دل لشکر میں گھس گیا۔ ایک اَور بہادر مسلمان عورت جن کا نام خولہ تھا وہ یہ شعر پڑھ کر لوگوں کو غیرت دلاتی تھیں کہ

يَا هَارِبًا عَنْ نِسْوَةٍ تَقِيَّاتٍ فَعَنْ قَلِيْلٍ مَا تَرٰى سَبِيَّاتٍ وَلَا حَظِيَّاتٍ وَلَا رَضِيَّاتٍ

کہ اے تقویٰ شعار عورتوں سے بھاگنے والے! عنقریب تُو انہیں قیدی دیکھے گا۔ نہ وہ بلند مرتبہ پر ہوں گے اور نہ ہی وہ پسندیدہ ہوں گے۔ یہ حالت دیکھ کر مُعاذ بن جَبل ؓ جو مَیمنہ کے ایک حصہ کے سپہ سالار تھے، گھوڑے سے کود پڑے اور کہا کہ مَیں تو پیدل لڑتا ہوں لیکن کوئی بہادر اس گھوڑے کا حق ادا کر سکے تو گھوڑا حاضر ہے۔ ان کے بیٹے نے کہا کہ ہاں یہ حق مَیں ادا کروں گا کیونکہ مَیں سوار ہو کر اچھا لڑ سکتا ہوں۔ غرض دونوں باپ بیٹے فوج میں گھس گئے اور دلیری سے جنگ کی کہ مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے پاؤں سنبھل گئے۔ ساتھ ہی حَجَّاج جو قبیلہ زبیدہ کے سردار تھے، پانچ سو آدمی لے کر بڑھے اور عیسائیوں کو جو مسلمانوں کا تعاقب کرتے چلے آتے تھے روک لیا۔ مَیْمَنہ میں قبیلہ اَزْد شروع حملہ سے ثابت قدم رہا۔ عیسائیوں نے لڑائی کا سارا زور ان پر ڈالا لیکن وہ پہاڑ کی طرح جمے رہے۔ جنگ میں یہ شدت تھی کہ فوج میں ہر طرف سر، ہاتھ، بازو کٹ کٹ کر گرتے جاتے تھے لیکن ان کے پایہ ثبات کو لغزش نہیں آتی تھی۔ عَمرو بن طُفَیل جو قبیلہ کے سردار تھے تلوار مارتے جاتے تھے اور للکارتے جاتے تھے کہ اَزْدیو! دیکھنا مسلمانوں پر تمہاری وجہ سے داغ نہ آئے۔ نو بڑے بڑے بہادر ان کے ہاتھ سے مارے گئے اور آخر خود بھی وہ شہید ہوئے۔

حضرت خالدؓ نے اپنی فوج کو پیچھے لگا رکھا تھا۔ دفعۃً صف چیر کر نکلے اور اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کی صفیں پلٹ دیں۔ عکرمہ نے جو ابوجہل کے فرزند تھے گھوڑا آگے بڑھایا اور کہا عیسائیو! میں کسی زمانے میں کفر کی حالت میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑ چکا ہوں۔ کیا آج تمہارے مقابلے میں میرا پاؤں پیچھے پڑ سکتا ہے۔ یہ کہہ کر فوج کی طرف دیکھا اور کہا مرنے پر کون بیعت کرتا ہے!

چار سو شخصوں نے جن میں ضرار بن اَزْدبھی تھے مرنے پر بیعت کی اور اس ثابت قدمی سے لڑے کہ قریباً سب کے سب وہیں کٹ کر رہ گئے۔ عکرمہ کی لاش مقتولوں کے ڈھیر میں ملی۔ کچھ کچھ دم باقی تھا۔ خالدؓ نے اپنی رانوں پر ان کا سر رکھا اور گلے میں پانی ٹپکا کر کہا خدا کی قسم! عمرؓ کا گمان غلط تھا کہ ہم شہید ہو کر نہ مریں گے۔ غرض عکرمہؓ اور ان کے ساتھی گو خود ہلاک ہو گئے لیکن رومیوں کے ہزاروں آدمی برباد کر دیے۔

خالدؓ کے حملوں نے اَور بھی ان کی طاقت توڑ دی یہاں تک کہ آخر ان کو پیچھے ہٹنا پڑا اور خالدؓ ان کو دباتے ہوئے سپہ سالار دُرُنجار تک پہنچ گئے۔ دُرُنجار اور رومی افسروں نے آنکھوں پر رومال ڈال لیے کہ اگر یہ آنکھیں فتح کی صورت نہ دیکھ سکیں تو شکست بھی نہ دیکھیں۔ عین اسی وقت جب ادھر مَیْمَنَہ میں بازارِ قتال گرم تھا تو اِبنِ قنَاطِیر، جو رومیوں کے مَیْمَنَہ کا سردار تھا، نے مَیْسَرَہ پر حملہ کیا۔ بدقسمتی سے اس حصہ میں اکثر لَخْم وغَسَّانْ کے قبیلے کے آدمی تھے جو شام کے اطراف میں بود و باش رکھتے تھے اور ایک مدت سے روم کے باج گزار تھے۔ رومیوں کو ٹیکس دیا کرتے تھے تو رومیوں کا جو رعب ان کے دلوں میں سمایا ہوا تھا اس کا یہ اثر ہوا کہ پہلے ہی حملے میں ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ مسلمان ہونے کے باوجود بھی وہ پرانا رعب چل رہا تھا اس سے خوفزدہ ہو گئے، پاؤں اکھڑ گئے لیکن بہرحال افسروں نے بھی جرأت دکھائی۔ اگر افسروں نے بے ہمتی کی ہوتی تو لڑائی کا خاتمہ ہو چکا ہوتا۔ رومی بھاگتے ہوؤں کا پیچھا کرتے ہوئے خیموں تک پہنچ گئے۔ عورتیں یہ حالت دیکھ کر بے اختیار نکل پڑیں اور ان کی پامردی نے عیسائیوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ فوج اگرچہ ابتر ہو گئی تھی لیکن افسروں میں سے قُباثُ بن اَشْیَم، سعید بن زید، یزید بن ابی سفیان، عمرو بن عاص، شُرَحْبِیل بن حسنہ دادِ شجاعت دے رہے تھے۔ قُباث کے ہاتھ سے تلواریں اور نیزے ٹوٹ کر گرتے جاتے تھے مگر ان کے تیور پر بل نہ آتا تھا۔ نیزہ ٹوٹ کر گرتا تو کہتے کوئی ہے جو اس شخص کو ہتھیار دے جس نے خدا سے اقرار کیا ہے کہ میدان جنگ سے ہٹے گا تو مر کر ہٹے گا۔ لوگ فوراً تلوار یا نیزہ ان کے ہاتھ میں لا کر دے دیتے اور پھر وہ شیر کی طرح جھپٹ کر دشمن پر جا پڑتے۔ اَبُوالْاَعْوَر گھوڑے سے کود پڑے اور اپنی رکاب کی فوج سے مخاطب ہو کر کہا کہ صبر و استقلال دنیا میں عزت ہے اور عقبیٰ میں رحمت۔ دیکھنا یہ دولت ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ سعید بن زید غصہ میں گھٹنے ٹیکے ہوئے کھڑے تھے۔ رومی ان کی طرف بڑھے تو شیر کی طرح جھپٹے اور مقدمے کے افسر کو مار کر گرا دیا۔ یزید بن ابوسفیان معاویہ کے بھائی بڑی ثابت قدمی سے لڑ رہے تھے۔ اتفاق سے ان کے باپ ابوسفیان جو فوج کو جوش دلاتے پھرتے تھے ان کی طرف آ نکلے اور بیٹے کو دیکھ کر کہا کہ اے میرے بیٹے! اس وقت میدان میں ایک ایک سپاہی شجاعت کے جوہر دکھا رہا ہے۔ تُو سپہ سالار ہے اور سپاہیوں کی بہ نسبت تجھ پر شجاعت کا حق زیادہ ہے۔ تیری فوج میں سے ایک سپاہی بھی اس میدان میں تجھ سے بازی لے گیا تو تیرے لیے شرم کی جگہ ہے۔ شُرَحْبِیل کا یہ حال تھا کہ رومیوں کا چاروں طرف سے نرغہ تھا اور یہ بیچ میں پہاڑ کی طرح کھڑے تھے اور قرآن کی یہ آیت پڑھتے تھے کہ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ (التوبۃ:111) کہ اللہ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس وعدے کے ساتھ خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی کیونکہ وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں۔ پس یا تو وہ اپنے دشمنوں کو مار لیتے ہیں یا خود مارے جاتے ہیں اور نعرہ مارتے تھے کہ خدا کے ساتھ سودا کرنے والے اور خدا کے ہمسایہ بننے والے کہاں ہیں؟ یہ آواز جسکے کان میں پڑی، بے اختیار لوٹ پڑا یہاں تک کہ اکھڑی ہوئی فوج پھر سنبھل گئی اور شُرَحْبِیل نے ان کو لے کر اس بہادری سے جنگ کی کہ رومی جو لڑتے چلے آتے تھے بڑھنے سے رک گئے۔ ادھر عورتیں خیموں سے نکل نکل کر فوج کی پشت پر آ کھڑی ہوئیں اور چِلّا کر کہتی تھیں کہ میدان سے قدم ہٹایا تو پھر ہمارا منہ نہ دیکھنا۔ لڑائی کے دونوں پہلو اب تک برابر تھے بلکہ غلبہ کا پلہ رومیوں کی طرف تھا جو دفعۃً قَیس بن هُبَیرَہ جن کو خالدؓ نے فوج کا ایک حصہ دے کر مَیْسَرہ کی پشت پر متعین کر دیا تھا عقب سے نکلے اور اس طرح ٹوٹ کر حملہ کیا کہ رومی سرداروں نے بہت سنبھالا مگر فوج سنبھل نہ سکی۔ تمام صفیں ابتر ہو گئیں اور گھبرا کر پیچھے ہٹیں۔ ساتھ ہی سعید بن زید نے قلب سے نکل کر حملہ کیا۔ رومی دور تک ہٹتے چلے گئے یہاں تک کہ میدان کے سرے پر جو نالہ تھا اس کے کنارے تک آ گئے۔ تھوڑی دیر میں ان کی لاشوں نے وہ نالہ بھر دیا اور میدان خالی ہو گیا۔ یوں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس اہم ترین جنگ میں عظیم الشان فتح سے ہمکنار کیا۔

اس لڑائی کا یہ واقعہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس وقت گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی حَبَاسْ بن قَیس جو ایک بہادر سپاہی تھے بڑی جانبازی سے لڑ رہے تھے۔ اسی اثنا میں کسی نے ان کے پاؤں پر تلوار ماری اور ایک پاؤں کٹ کر الگ ہو گیا۔ حَبَاسْ کو خبر تک نہ ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو ڈھونڈتے پھرتے تھے کہ میرے پاؤں کا کیا ہوا؟ جب پاؤں کی طرف دیکھا تو خیال آیا کہ پاؤں دیکھوں کہاں ہے تو پھر پتہ لگا کہ پاؤں غائب ہے۔ ان کے قبیلے کے لوگ اس واقعہ پر ہمیشہ فخر کیا کرتے تھے۔

رومیوں کے کس قدر آدمی مارے گئے ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔ طبری اور اَزْدی نے لاکھ سے زیادہ بیان کیا ہے۔ بلاذری نے ستر ہزار لکھا ہے۔ مسلمانوں کی طرف سے تین ہزار کا نقصان ہوا جن میں عکرمہ، ضِرَار بن اَزْوَر، ہِشَام بن عاصی، اَبَان بن سعید وغیرہ تھے۔ قیصر اَنطاکیہ میں تھا کہ اس کو شکست کی خبر پہنچی۔ اسی وقت اس نے قسطنطنیہ کی تیاری کی اور چلتے وقت شام کی طرف رُخ کر کے کہا کہ ''الوداع اے شام!'' ابوعُبَیدہ نے حضرت عمرؓ کو فتح کی خوشخبری کا خط لکھا اور ایک مختصر سی سفارت بھیجی جن میں حُذَیفہ بن یَمان بھی تھے۔ حضرت عمرؓ یرموک کی خبر کے انتظار میں کئی دن سے سوئے نہیں تھے۔ فتح کی خبر پہنچی تو دفعۃً سجدے میں گرے اور خدا کا شکر ادا کیا۔ (ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی، صفحہ 119 تا 130، دار الاشاعت کراچی 1991ء) (الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والثلاثۃ الخلفاء، جزء 2، صفحہ 271، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1420ھ) (فتوح الشام از واقدی، جزء 1، صفحہ 242، المکتبۃ التوفیقیہ مصر 2008ء) (تاریخ الطبری لابن جریر الجزء ثانی، صفحہ 338، دار الکتب العلمیہ بیروت 1987ء) (تاریخ اسلام کی بہادر خواتین، صفحہ 116، از مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی، مکتبہ عمر فاروق کراچی 2011ء) (البدایۃ والنہایۃ، جلد 9، صفحہ 560، دار ھجر 1998ء)

یرموک کے لیے حِمص سے اسلامی فوج کو عارضی طور پر جانا پڑا تھا اس پر ان لوگوں سے لیا گیا جزیہ انہیں واپس کر دیا گیا تھا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے یہ بیان کیا ہے کہ ''صحابہؓ نے جس وقت رومی حکومت کے ساتھ مقابلہ کیا اور بڑھتے بڑھتے یروشلم پر جو عیسائیوں کی مذہبی جگہ ہے قابض ہو گئے اور پھر اس سے بھی آگے بڑھنا شروع ہوئے تو عیسائیوں نے یہ دیکھ کر کہ ان کا مذہبی مرکز مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا ہے ان کو وہاں سے نکالنے کے لئے آخری جدوجہد کا ارادہ کیا اور چاروں طرف مذہبی جہاد کا اعلان کر کے عیسائیوں میں ایک جوش پیدا کر دیا گیا۔ اور بڑی بھاری فوجیں جمع کر کے اسلامی لشکر پر حملہ کی تیاری کی۔ ان کے اس شدید حملہ کو دیکھ کر مسلمانوں نے جو اُن کے مقابلہ میں نہایت قلیل تعداد میں تھے عارضی طور پر پیچھے ہٹنے کا فیصلہ کیا اور اسلامی سپہ سالار نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ دشمن اتنی کثیر تعداد میں ہے اور ہماری تعداد اتنی تھوڑی ہے کہ اس کا مقابلہ کرنا اس لشکر کو تباہ کرنے کے مترادف ہے۔ اس لئے آپ اگر اجازت دیں تو جنگی صف بندی کو سیدھا کرنے اور محاذ جنگ کو چھوٹا کرنے کے لیے اسلامی لشکر پیچھے ہٹ جائے تا تمام جمعیت کو یکجا کر کے مقابلہ کیا جا سکے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ ہم نے ان علاقوں سے جو فتح کر رکھے ہیں لوگوں سے ٹیکس بھی وصول کیا ہوا ہے۔ اگر آپ ان علاقوں کو چھوڑنے کی اجازت دیں تو یہ بتائیں کہ اس ٹیکس کے متعلق کیا حکم ہے؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ محاذ کو چھوٹا کرنے اور اسلامی طاقت کو یکجا کرنے کے لئے پیچھے ہٹنا اسلامی تعلیم کے خلاف نہیں لیکن یہ یاد رکھو کہ ان علاقوں کے لوگوں سے ٹیکس اس شرط پر وصول کیا گیا تھا کہ اسلامی لشکر ان کی حفاظت کرے گا اور جب اسلامی لشکر پیچھے ہٹے گا تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ وہ ان علاقوں کی حفاظت نہیں کر سکے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ جس سے جو کچھ وصول کیا گیا ہے وہ اسے واپس کر دیا جائے۔ جب حضرت عمرؓ کا یہ حکم پہنچا تو اسلامی سپہ سالار نے ان علاقوں کے زمینداروں اور تاجروں اور دوسرے لوگوں کو بلا بلا کر ان سے وصول شدہ رقوم واپس کر دیں اور ان سے کہا کہ آپ لوگوں سے یہ رقوم اس شرط پر وصول کی گئی تھیں کہ اسلامی لشکر آپ لوگوں کی حفاظت کرے گا مگر اب جبکہ ہم دشمن کے مقابلہ میں اپنے آپ کو کمزور پاتے ہیں اور کچھ دیر کے لیے عارضی طور پر پیچھے ہٹ رہے ہیں اور اس وجہ سے آپ لوگوں کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ ان رقوم کو اپنے پاس رکھنا درست نہیں۔

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

جب تک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے کامل محبت نہ ہو،
نہ ہی دنیا کی محبت میں کمی آ سکتی ہے، نہ ہی انسان کو مرتے وقت
دلی سکون مل سکتا ہے اور نہ ہی مرتے وقت کی بے چینی دور ہو سکتی ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14/ستمبر 2018ء)

طالب دعا: مصدق احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

وہ مقصد جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے ذریعہ سے یہ سلسلہ قائم فرمایا اور
ہمیں اس میں شامل ہونے کی توفیق دی...... اگر اس مقصد کے حصول کیلئے
ہم کوشش نہیں کر رہے تو ہمارے بیعت کے دعوے صرف دعوے ہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14/ستمبر 2018ء)

طالب دعا: ناصر احمد ایم۔بی (R.T.O) ولد مکرم بشیر احمد ایم۔اے (جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک)

یہ ایسا نمونہ تھا کہ جو دنیا کی تاریخ میں اور کسی بادشاہت نے نہیں دکھایا۔ بادشاہ جب کسی علاقے سے ہٹتے ہیں تو بجائے وصول کردہ ٹیکس وغیرہ واپس کرنے کے ان علاقوں کو اَور بھی لوٹتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اب تو یہ علاقے دوسرے کے ہاتھ میں جانے والے ہیں ہم یہاں سے جتنا فائدہ اٹھا سکتے ہیں اٹھالیں۔ پھر چونکہ انہوں نے وہاں رہنا نہیں ہوتا اس لیے بدنامی کا بھی کوئی خوف ان کو نہیں ہوتا اور اگر کوئی اعلیٰ درجہ کی منظم حکومت ہو تو وہ زیادہ سے زیادہ یہ کرتی ہے کہ خاموشی سے فوجوں کو پیچھے ہٹا دیتی ہے اور زیادہ لُوٹ مار نہیں کرنے دیتی لیکن اسلامی لشکر نے جو نمونہ دکھایا جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے صرف حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہی نظر آتا ہے۔ بلکہ افسوس ہے کہ بعد کے زمانہ کو بھی اگر شامل کر لیا جائے تو اس کی کوئی اَور مثال دنیا میں نہیں ملتی کہ کسی فاتح نے کوئی علاقہ چھوڑا ہو تو اس علاقہ کے لوگوں سے وصول کردہ ٹیکس اور جزیے اور مالیے واپس کر دیئے ہوں۔ اس کا عیسائیوں پر اتنا اثر ہوا کہ باوجودیکہ ان کی ہم مذہب فوجیں آگے بڑھ رہی تھیں، حملہ آور ان کی اپنی قوم کے جرنیلوں، کرنیلوں اور افسروں پر مشتمل تھے اور سپاہی ان کے بھائی بند تھے اور باوجود اس کے کہ اس جنگ کو عیسائیوں کے لیے مذہبی جنگ بنا دیا گیا تھا اور باوجود اس کے کہ عیسائیوں کا مذہبی مرکز جو ان کے قبضہ سے نکل کر مسلمانوں کے ہاتھ میں جا چکا تھا اب اس کی آزادی کے خواب دیکھے جا رہے تھے۔ عیسائی مرد اور عورتیں گھروں سے باہر نکل نکل کر روتے اور دعائیں کرتے تھے کہ مسلمان پھر واپس آئیں۔‘‘ (خطبات محمود، جلد 24، صفحہ 15 تا 17)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تاریخ پر بڑا عبور تھا۔ ان کا یہی خیال ہے کہ حضرت عمرؓ سے پوچھ کے ہی واپسی ہوئی تھی اور پھر یہ ٹیکس وغیرہ جو تھا وہ واپس کیا گیا تھا۔

حضرت مصلح موعودؓ حضرت عکرمہؓ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ’’حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جنگ یرموک میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی جانیں خطرہ میں تھیں اور مسلمان کثرت سے مارے جا رہے تھے تو اسلامی کمانڈر انچیف حضرت ابوعُبَیدہ بن الجرَّاحؓ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ کچھ ایسے بہادر نکل آئیں جو تعداد میں اگرچہ تھوڑے ہوں لیکن وہ سر دھڑ کی بازی لگا کر رومی فوج پر رعب ڈال دیں۔ حضرت عکرمہؓ آگے نکلے اور انہوں نے حضرت ابوعُبَیدہؓ سے درخواست کی کہ مجھے اپنی مرضی کے مطابق کچھ آدمی چن لینے دیں میں ان آدمیوں کو ساتھ لے کر دشمن کے قلب لشکر پر حملہ کروں گا اور کوشش کروں گا کہ ان کے جرنیل کو ماردوں۔ اس وقت رومی لشکر کا جرنیل خوب زور سے لڑ رہا تھا اور بادشاہ نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں فتح حاصل کر لے تو وہ اپنی لڑکی کی شادی اس سے کر دے گا اور اپنی آدھی مملکت اس کے سپرد کر دے گا۔ اس لالچ کی وجہ سے وہ بڑے جوش میں تھا اور اپنی ذاتی اور شاہی فوج لے کر میدان میں اترا ہوا تھا اور اس نے سپاہیوں سے بڑی رقوم کا وعدہ کیا ہوا تھا۔ چنانچہ رومی سپاہی بھی جان توڑ کر لڑ رہے تھے۔ جب رومی لشکر نے مسلمانوں پر حملہ کیا تو وہ جرنیل لشکر کے قلب میں کھڑا تھا۔

حضرت عکرمہؓ نے قریباً چار سو آدمیوں کو لے کر لشکر کے قلب پر حملہ کیا اور ان کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے اس جرنیل پر حملہ کر کے اسے نیچے گرا دیا۔ مقابلہ میں لاکھوں کا لشکر تھا اور یہ صرف چار سو مسلمان تھے۔ اس لیے مقابلہ آسان نہ تھا۔ اس جرنیل کو تو انہوں نے مار دیا اور اس کے مرجانے کی وجہ سے لشکر بھی تتر بتر ہو گیا مگر دشمن ان آدمیوں پر ٹوٹ پڑا اور سوائے چند ایک کے سارے کے سارے شہید ہو گئے۔ ان آدمیوں میں سے بارہ شدید زخمی تھے۔ جب مسلمان لشکر کو فتح ہوئی تو ان لوگوں کی تلاش شروع ہوئی۔ ان بارہ زخمیوں میں حضرت عکرمہؓ بھی شامل تھے۔ ایک مسلمان سپاہی آپ کے پاس آیا۔ آپ کی حالت خراب تھی۔ اس نے کہا عکرمہ میرے پاس پانی کی چھاگل ہے تم کچھ پانی پی لو۔ آپ نے منہ پھیر کر دیکھا تو پاس ہی حضرت عباسؓ کے بیٹے فضلؓ پڑے ہوئے تھے۔ وہ بھی بہت زخمی تھے۔ عکرمہؓ کہنے لگے میری غیرت یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ جن لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت مدد کی جب میں آپ کا شدید مخالف تھا وہ اور ان کی اولاد تو پیاس کی وجہ سے مرجائے اور میں پانی پی کر زندہ رہوں۔ پہلے انہیں پانی پلاؤ۔ اگر کچھ بچ جائے تو پھر میرے پاس لے آنا۔ چنانچہ وہ مسلمان فضلؓ کے پاس گیا۔ انہوں نے اگلے زخمی کی طرف اشارہ کیا اور کہا پہلے انہیں پلاؤ وہ مجھ سے زیادہ مستحق ہے۔ وہ اس زخمی کے پاس گیا تو اس نے اگلے زخمی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ مجھ سے زیادہ مستحق ہے، پہلے اسے پلاؤ۔ اس طرح وہ جس سپاہی کے پاس جاتا وہ اسے دوسرے کی طرف بھیج دیتا اور کوئی پانی نہ پیتا۔ جب وہ آخری زخمی کے پاس پہنچا تو وہ فوت ہو چکا تھا۔ جب عکرمہؓ کی طرف لوٹا تو وہ بھی دم توڑ چکے تھے۔ اس طرح باقی زخمیوں کا حال ہوا۔ جس کے پاس بھی وہ گیا وہ فوت ہو چکا تھا۔‘‘

(ہر احمدی عورت احمدیت کی صداقت کا ایک زندہ نشان ہے، انوار العلوم، جلد 26، صفحہ 229-231)

تو یہ تھا اس جنگ کا انجام۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح پھر فتح دی۔ بہر حال ابھی یہ ذکر چل رہا ہے۔ آئندہ بھی ان شاء اللہ بیان ہوگا۔

......☆......☆......☆......

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

کوئی جو ظنِ بد رکھتا ہے عادت ✿ بدی سے خود وہ رکھتا ہے اِرادت

گمانِ بد شیاطیں کا ہے پیشہ ✿ نہ اہلِ عفت و دیں کا ہے پیشہ

طالب دعا: آٹو ٹریڈرز (16 مینگو لین کلکتہ 70001) دکان: 2248-5222 رہائش: 2237-8468

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

اِک نہ اِک دن پیش ہوگا تُو فنا کے سامنے ✿ چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے

چھوڑنی ہوگی تجھے دنیائے فانی ایک دن ✿ ہر کوئی مجبور ہے حکمِ خدا کے سامنے

طالب دعا: برہان الدین چراغ ولد چراغ الدین صاحب مرحوم مع فیملی، افراد خاندان و مرحومین، ننگل باغبانہ، قادیان

اگر میاں بیوی کے آپس کے تعلقات اچھے نہیں ہوں گے تو بچوں پر بھی بُرا اثر پڑے گا اور اس طریقے سے ہم نئی احمدی نسلوں کے فیوچر کو بھی برباد کر دیں گے، اس لئے سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ مرد یعنی شوہر گھر میں اپنے اچھے نمونے دکھائے

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے واقفین نو انڈونیشیا کی (آن لائن) ملاقات

جماعت احمدیہ انڈونیشیا کے 50 واقفین نَو کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ مورخہ 23/جنوری 2021ء بروز ہفتہ ایک گھنٹہ آن لائن ملاقات کی سعادت ملی۔ یہ ملاقات جکارتہ کے رحمت ہال میں ہوئی۔

پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ حافظ وِلدان فاضل نے سورۃ الصّٰفّٰت کی آیات 103 تا 114 کی تلاوت کی۔ اسکے بعد عزیز محمد انور نے اسکا انگریزی ترجمہ پیش کیا۔ نظم کے بعد عزیزم محمد طلحہ نے ’جماعت احمدیہ انڈونیشیا کے سوسالہ جشن تشکر اور واقفین نو کا کردار‘‘ کے موضوع پر مختصر تقریر پیش کی۔

اسکے بعد نیشنل سیکرٹری وقفِ نو مکرم احمد عبدالرحمٰن صاحب نے مختصر رپورٹ پیش کی۔ انہوں نے بتایا کہ انڈونیشیا میں کل 2016 واقفین نَو ہیں جن میں سے 1233 واقفین نَو اور 783 واقفات نَو ہیں۔ اس وقت 61 واقفین نَو میدان عمل میں اپنی خدمات پیش کرنے کی سعادت پا رہے ہیں جن میں سے 27 مربیان ہیں، چھ ایم ٹی اے میں، چار جماعتی سکول میں، تین ذیلی تنظیموں کے دفاتر میں، ایک ہیومینٹی فرسٹ کے دفتر میں نیز 20 مختلف جماعتی دفاتر میں خدمات بجالا رہے ہیں۔

اس رپورٹ کے بعد چار منٹ کی ڈاکیومنٹری حضور انور کی خدمت میں پیش کی گئی جس میں انڈونیشیا کے مختلف صوبوں کے واقفین اور واقفات نو کی طرف سے اپنے آقا کیلئے سلام کا تحفہ پیش کیا گیا۔

اس ملاقات کے دوران متعدد واقفین نو کو اپنے پیارے آقا سے سوالات کرنے اور ان کے بصیرت افروز جوابات حاصل کرنے کا موقع ملا۔

ایک واقفِ نَو عزیز توفیق خالد احمد از باندونگ نے میاں بیوی کے تعلقات کے متعلق سوال پیش کیا کہ کیا حضور ہمیں ایسی بابرکت ہدایت دے سکتے ہیں کہ کس طرح ہم اپنے عقد نکاح کو نبھا سکیں، خاص کر نو شادی شدہ جوڑے کیلئے۔

حضور انور نے اس سوال کے جواب میں فرمایا: اچھا ماشاء اللہ، آپ کے جسم سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی اہلیہ بہت اچھا کھانا پکاتی ہیں۔ لہٰذا جب بھی آپ کی اہلیہ آپ کو اچھا کھانا دیتی ہیں تو پھر آپ کو ضرور ان کی تعریف کرنی چاہئے۔

ہمیشہ یہی سوچنا چاہیے کہ مجھے اپنی اہلیہ کے سامنے نمونہ بننا ہے۔ اور ہمیشہ یہی سوچنا چاہیے کہ اگر میاں بیوی کے آپس کے تعلقات اچھے نہیں ہوں گے تو ہمارے بچوں پر بھی بُرا اثر پڑے گا۔ اور اس طریقے سے ہم نئی احمدی نسلوں کے فیوچر کو بھی برباد کر دیں گے۔

اس لیے سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ مرد یعنی شوہر گھر میں اپنے اچھے نمونے دکھائے۔ اور ہمیشہ اپنی اہلیہ اور بچوں سے نرمی اور خوش خلقی سے پیش آنا ہے۔ پھر اگر آپ اس طرح کا برتاؤ کریں، تو پھر آپ کے گھر میں کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔

ایک اور واقفِ نَو نے حضور انور کی خدمت میں عرض کیا کہ بعض ڈاکیومنٹریز کو دیکھ کر مجھے معلوم ہوا ہے کہ خلافت سے قبل حضور کی طبیعت ایسی تھی کہ آپ کو سینٹر آف اٹینشن بننا پسند نہیں تھا۔ میرا سوال یہ ہے کہ خلیفہ بننے کے بعد حضور انور کس طرح اس نئے ماحول میں ایڈجسٹ ہوئے ہیں؟

حضور انور نے اس کے جواب میں فرمایا:

I don‘t know myself. It is Allah who has changed me. Right. That is enough.

مَیں خود نہیں جانتا۔ یہ اللہ ہے جس نے مجھے بدل دیا۔ ٹھیک۔ یہ کافی ہے۔

احمد عبدالرحمٰن صاحب واقفِ نَو بوگور (نیشنل سیکرٹری وقفِ نو) لکھتے ہیں: الحمد للہ یہ ہمارے لیے خدا تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور احسان ہے کہ پروگرام کی تمام کارروائی بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔ اس ملاقات کا انتظار اور اس کی تیاری دو ماہ قبل ہی شروع ہو گئی تھی۔ ہماری یہ پوری کوشش تھی کہ اس کلاس کی بھرپور تیاری کر کے پیارے آقا کے سامنے اس پروگرام کی کارروائی بہترین رنگ میں پیش کریں۔ اللہ کرے کہ پیارے آقا کو ہماری یہ ادنیٰ کوشش پسند آئی ہو۔ آمین

(رپورٹ: فضل عمر فاروق، نمائندہ الفضل، انڈونیشیا)

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 5/فروری 2021)

......☆......☆......☆......

نمود و نمائش کیلئے حق مہر باندھنا غلط ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

تراضی طرفین سے جو ہو اُس پر کوئی حرف نہیں آتا اور شرعی مہر سے یہ مراد نہیں کہ نصوص یا احادیث میں کوئی اس کی حد مقرر کی گئی ہے بلکہ اس سے مراد اُس وقت کے لوگوں کے مروجہ مہر سے ہوا کرتی ہے۔ ہمارے ملک میں یہ خرابی ہے کہ نیت اور ہوتی ہے اور محض نمود کیلئے لاکھ لاکھ روپئے کا مہر ہوتا ہے۔ صرف ڈراوے کیلئے یہ لکھا جایا کرتا ہے کہ مرد قابو میں رہے اور اس سے پھر دوسرے نتائج خراب نکل سکتے ہیں۔ (ملفوظات، جلد 3، صفحہ 284)

(شعبہ رشتہ ناطہ، نظارت اصلاح وارشاد مرکزیہ قادیان)

سیرت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(از حضرت مرزا بشیر احمد ایم.اے رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

عادات اور قومی خصائل

عرب کے گندے خصائل میں سے ان کی تین عادتیں خاص امتیاز رکھتی تھیں۔ شراب خوری، قمار بازی اور زنا۔ ملک میں ان کی اتنی کثرت تھی کہ خدا کی پناہ اور اس پر تعجب یہ ہے کہ عموماً ان کو جائے فخر سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ زمانہ جاہلیت کے شاعر بڑے مزے لے لے کر ان سیہ کاریوں کے متعلق اپنے کارنامے سُناتے ہیں بلکہ اس قسم کے ذکر کے بغیر عربوں میں شعر کی کچھ حقیقت ہی نہ سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ یہ ضروری خیال کیا جاتا تھا کہ قصیدہ کے شروع میں خواہ وہ کسی غرض سے کہا گیا ہو شاعر چند کھلی کھلی باتوں میں اپنی اصل یا مفروضہ معشوقہ کا ذکر کرے اور اس کے ساتھ اپنی چند مجلسوں کے کارنامے سُنائے۔ کعب بن زہیر ایک مشہور شاعر تھا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ کی مدح میں ایک قصیدہ کہہ کر لایا جو آجکل بَانَتْ سُعَادُ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے شروع میں بھی شاعر اپنی محبوبہ ہی کی جدائی کا دُکھڑا روتا ہے۔ بے حیائی کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات خود مالک اپنی لونڈیوں سے بدکاری کرواتے اور اسکی آمد وصول کرتے تھے۔ یہ بھی گویا ایک آمد کا ذریعہ تھا، مگر شرفاء کا دامن اس قسم کی انتہائی بے حیائی سے پاک تھا۔

جہالت اور بے جا جوش وخروش کا عرب میں یہ حال تھا کہ بات بات پر تلوار چل جاتی تھی۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ بعض اوقات ایک ذراسی بات پر دو قبیلوں میں جنگ شروع ہوئی پھر آہستہ آہستہ بعض دوسرے قبائل بھی شریک ہوگئے اور سالہا سال تک قتل وغارت کا سلسلہ جاری رہا۔ ذیل کا واقعہ ایامِ عرب کی تاریخ کا ایک معمولی ورق ہے۔

پانچویں صدی عیسوی کے آخر میں کلیب بن ربیعہ ایک بڑا طاقتور اور صاحبِ اثر رئیس گذرا ہے یہ قبیلہ بنو تغلب بن وائل کا سردار تھا جو عرب کے شمال مشرق میں رہتے تھے۔ کلیب کی بیوی حلیلہ بنت مرۃ قبیلہ بنو بکر بن وائل سے تھی۔ اس حلیلہ کا ایک بھائی تھا جس کا نام جسّاس تھا جو اپنی خالہ بسوس کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ اب اتفاق ایسا ہوا کہ بسوس کے پاس ایک شخص سعد نامی بطور مہمان آکر ٹھہرا۔ سعد کی ایک اونٹنی تھی جس کا نام سراب تھا اور جو بوجہ تعلقات رشتہ داری کے کلیب کی چراگاہ میں جسّاس کی اونٹنیوں کے ساتھ مل کر چرا کرتی تھی۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ کلیب ایک درخت کے نیچے سے گذر رہا تھا کہ درخت کے اوپر سے اس کو ایک پرندے کی آواز آئی۔ کلیب نے اوپر نظر اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک پرندے نے اس درخت پر ایک گھونسلا بنا کر اس میں انڈے دے رکھے تھے۔ کلیب نے اس پرندے کی طرف اپنے سردارانہ بدوی انداز میں دیکھا اور بولا ”کسی سے مت ڈر میں تیری حفاظت کروں گا۔“ دوسرے دن جب کلیب وہاں سے گذرا تو اس نے دیکھا کہ انڈے درخت سے نیچے گرے پڑے ہیں اور کسی جانور کے پاؤں سے مسلے ہوئے ہیں اور پرندہ اوپر درد بھری آواز نکال رہا ہے۔ کلیب کو اپنی کل کی بات یاد آئی اور اس کی آنکھوں میں خُون اُتر آیا۔ اس نے اِدھر اُدھر نظر کی تو سعد کی اونٹنی چر رہی تھی۔ کلیب نے خیال کیا کہ ضرور انڈے اسی اُونٹنی نے توڑے ہوں گے غصہ سے مغلوب ہو کر وہ اپنے سالے جسّاس کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ ”دیکھو جسّاس! اس وقت میرے دماغ میں ایک خیال ہے اگر مجھے اس کا یقین ہو تو میں کچھ کر گذروں۔ مگر دیکھو آئندہ سعد کی یہ اونٹنی اس گلے کے ساتھ یہاں نہ چرا کرے۔“ جسّاس کی رگوں میں بھی عرب کا بدوی خون تھا اس نے سامنے سے جواب دیا۔ ”یہ ہمارے مہمان کی اونٹنی ہے جہاں میری اونٹنیاں چریں گی وہیں یہ بھی چرے گی۔“ کلیب نے کہا۔ ”اچھا تو اگر مجھے یہ اونٹنی پھر یہاں نظر آئے گی تو میں اس کے شیر دان میں تیر مار کر اسے ہلاک کر دوں گا۔“ جسّاس بولا۔ ”اگر تو نے ایسا کیا تو مجھے بھی وائل کے بُتوں کی قسم ہے کہ میں خود تیرا سینہ تیر سے چھید کر رکھ دوں گا۔“ یہ کہہ کر جسّاس وہاں سے چلا گیا اور کلیب سخت غضب کی حالت میں اپنے گھر آیا اور اپنی بیوی حلیلہ سے کہنے لگا۔ ”کیا تو کسی ایسے آدمی کو جانتی ہے جو میرے مقابل پر اپنے پڑوسی کی حفاظت کی جرأت کرے گا۔“ اس نے کہا۔ ”ایسا تو کوئی نہیں مگر ہاں میرا بھائی جسّاس ہے اگر وہ اپنے منہ سے کوئی بات کہہ بیٹھے تو وہ اسے ضرور پورا کرے گا۔“

اسکے بعد حلیلہ نے اپنی طرف سے اس جھگڑے کو روکنے کی بہت کوشش کی، مگر کامیاب نہ ہوسکی آخر ایک دن جب کلیب اپنے اونٹوں کو پانی پلا رہا تھا، اتفاقاً جسّاس بھی اوپر سے اپنے اونٹ لے آیا اور مزید اتفاق ایسا ہوا کہ اسکے گلے سے وہی سعد کی اونٹنی چھوٹ کر کلیب کے اونٹوں میں آکر پانی پینے لگ گئی۔ کلیب نے اسے دیکھا اور خیال کیا کہ جسّاس نے دیدہ دانستہ اسے چھوڑا ہے اس پر اس نے اپنی کمان لی اور اس کے شیر دان میں تیر مارا جو سیدھا اپنے نشانہ پر بیٹھا اور سعد کی اونٹنی تڑپتی اور چلاتی ہوئی دوڑی اور جسّاس کی خالہ بسوس کے دروازے کے سامنے پہنچ کر گر گئی۔ بسوس نے یہ نظارہ دیکھ کر اپنا سر پیٹنا شروع کر دیا اور زور سے چلّا چلّا کر کہا۔ ”شرم شرم! ہم ذلیل کئے گئے اور ہمارے مہمان کی اونٹنی مار دی گئی۔“ جسّاس نے یہ الفاظ سُنے تو شرم اور غیرت سے کٹ گیا اور غضب میں آکر اس نے کلیب کو قتل کر دیا۔ کلیب کے قتل نے قبیلہ تغلب میں آگ لگا دی اور اپنے سردار کے انتقام کیلئے وہ ایک جان ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے جس کے نتیجہ میں قبائل تغلب اور بکر میں وہ خطرناک لڑائیاں ہوئیں اور اتنا قتل وخون ہوا کہ خدا کی پناہ۔ آخر چالیس سال کے بعد جب دونوں قبائل کٹ کٹ کر کمزور ہوگئے تو ریاست حیرہ کے بادشاہ مُنذر ثالث کے ذریعہ سے ان میں پھر صلح ہوئی۔ یہ جنگ تاریخ عرب میں جنگِ بسوس کے نام سے مشہور ہے۔

عرب کے جنگوں میں عام طور پر ثار یعنی انتقام کا بڑا دخل ہوتا تھا۔ ثار کا عقیدہ گویا عرب کے دین و مذہب کا جزو اعظم تھا۔ ان کا ایمان تھا کہ جب تک بدلہ نہ لے لیا جاوے مقتول کی روح ایک جانور کی صورت اختیار کر کے ہوا میں نوحہ کرتی پھرتی ہے اس جانور کو عرب لوگ صُدیٰ کہتے تھے۔ جب کسی قبیلے کا کوئی آدمی مارا جاتا تو اس کے رشتہ داروں اور اہلِ قبیلہ کا یہ فرض ہو جاتا تھا کہ قاتل یا اس کے کسی رشتہ دار یا اسکے قبیلہ کے کسی آدمی کو اس کے بدلے میں قتل کریں۔ مقتول کے بدلے میں دیت یعنی خون بہا لینے کا بھی رواج تھا، مگر اس میں مالی پہلو اتنا متصور نہ تھا جتنا یہ کہ قاتل کا قبیلہ ذلیل اور شرمندہ ہو کر مقتول کا خُون بہا ادا کرے، لیکن عموماً جب تک مقتول کا بدلہ قتل کے ساتھ نہ لے لیا جاتا۔ اس وقت تک اس کے رشتہ داروں کے دلوں میں ایک آگ سی لگی رہتی تھی جسے صرف قاتل کا خون ہی بجھا سکتا تھا لیکن جب ایک طرف کی آگ بجھ جاتی تھی تو دوسری طرف یہی آگ بھڑک اٹھتی تھی اور اس طرح یہ سلسلہ ایسا وسیع ہوتا چلا جاتا تھا کہ بعض اوقات قبیلے کے قبیلے اس میں بھسم ہو جاتے تھے۔

صرف قاتل کو مار دینے تک مقتول کا انتقام ختم نہ ہوتا تھا بلکہ مُردوں کے ہاتھ پاؤں کان ناک وغیرہ کاٹ کر بھی اپنے دل کو ٹھنڈا کیا جاتا تھا۔ اس طریق کو عربوں میں مُثلہ کہتے تھے اور عرب کی جنگوں میں اس کا عام رواج تھا۔ چنانچہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے کہ جنگِ اُحد میں ابو سفیان کی بیوی ہندہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ کے ساتھ جنہوں نے جنگِ بدر میں اسکے باپ عتبہ کو قتل کیا تھا یہی سلوک کیا بلکہ نہایت بیدردی کے ساتھ آپ کا جگر نکال کر چبا گئی۔ عورتیں اور بچے جو جنگ میں قید ہو کر آتے تھے ان کو قتل کر ڈالنے میں بھی عربوں کو دریغ نہ ہوتا تھا۔ انتقام پورا کرنے کے واسطے مردوں کی کھوپڑیوں میں شراب پینا، نیزہ مار کر حاملہ عورتوں کا حمل گرا دینا، غفلت کی حالت میں سوتے ہوئے آدمیوں پر حملہ کر کے مار دینا وغیرہ ذالك یہ ایسی باتیں تھیں جن کو عرب کی سوسائٹی عموماً ناجائز نہیں سمجھتی تھی۔

جنگوں میں عرب کا دستور تھا کہ ایک اونچی جگہ پر آگ جلا دیتے تھے اور دورانِ جنگ میں اسے برابر جلتا رکھتے تھے اور اس کے بُجھ جانے کو بُری فال خیال کرتے تھے۔ چنانچہ آگے چل کر ہم دیکھیں گے کہ جب جنگ احزاب میں کسی وجہ سے ایک افسر کی آگ بُجھ گئی تو وہ گھبرا کر رات کے وقت اکیلا ہی میدانِ جنگ سے بھاگ نِکلا جس کی وجہ سے باقی فوج میں بھاگڑ پڑ گئی۔

جنگ میں عموماً عورتیں بھی ساتھ جاتی تھیں جن کا کام یہ ہوتا تھا کہ غیرت اور جوش دلانے کے شعر پڑھ پڑھ کر آتشِ حرب کو بھڑکاتی رہیں۔ زخمیوں کی نگہداشت بھی عموماً عورتیں ہی کرتی تھیں چنانچہ یہ رسم ایک حد تک اسلام میں بھی قائم رہی۔ لڑائی میں یہ عام دستور تھا کہ پہلے ایک ایک آدمی کا انفرادی مقابلہ ہوتا تھا اور پھر عام دھاوا ہو جاتا تھا۔ جنگ میں عرب لوگ عموماً تین قسم کے ہتھیار استعمال کرتے تھے۔ تیر کمان، نیزہ اور تلوار۔ بچاؤ کے واسطے زرہ اور خود استعمال کی جاتی تھیں۔ عرب لوگ جنگ گھوڑے پر بھی کرتے تھے اور پیدل بھی۔ لیکن بہادروں کے درمیان یہ بہادری کی علامت سمجھی جاتی تھی کہ لڑائی کے وقت گھوڑے سے اتر کر اپنے عزیز گھوڑے کی کونچیں کاٹ کر اسے نیچے گرا دیں تا کہ یہ ثابت ہو کہ ہم نے اپنے واسطے بھاگنے کا کوئی راستہ کھلا نہیں رکھا۔ جنگوں میں بار برداری کیلئے اونٹ استعمال ہوتا تھا۔

عربوں میں بہادری اور شجاعت نہایت اعلیٰ وصف سمجھے جاتے تھے اور عرب شاعر اپنی اور اپنے قبیلہ کی بہادری کے کارنامے دلی جوش وخروش کے ساتھ منظوم کرتے تھے اور بہادری گویا ان کے قومی خصائل میں سب سے نمایاں تھی۔ موت کے ڈر کو ایک سخت قابلِ شرم بات خیال کیا جاتا تھا اور موت سے ڈرنے والا سب کی نظروں میں مطعون ہو جاتا تھا۔ دراصل بہادری عربوں کی زندگی کے ساتھ لازم وملزوم تھی۔

عربوں کی غیرت اور غرور کے قصے بھی بہت مشہور ہیں۔ عمرو بن کلثوم کا مشہور مُعلّقہ جس میں وہ عمرو بن ہند کو خاص عربی انداز میں مخاطب کرتا ہے، عربوں کی غیرت کی ایک عام مثال ہے۔ عموماً عرب لوگ اپنے مفاد کے مقابلہ میں عہد و پیمان کا زیادہ پاس نہ کرتے تھے، تاہم عربوں کے اندر وفاداری کی بعض مثالیں حیرت انگیز ہیں۔ سُموئل بن عادیہ نے امرؤالقیس کی امانت کی حفاظت میں اپنے جوان بیٹے کے قتل کی پرواہ نہیں کی۔

عربوں میں سخاوت ایک نہایت اعلیٰ وصف سمجھا جاتا تھا اور پڑوسی اور مہمان کی حفاظت ان کے دین و مذہب کا حصہ تھی۔ مہمان نوازی تو عربوں کی فطرت میں تھی۔ رات کو کسی اونچی جگہ آگ جلا رکھتے تھے تا کہ اسے دیکھ کر مصیبت زدہ مسافر ان تک پہنچ سکے۔ مہمان کی خاطر گھر کا سب کچھ خرچ کر ڈالنے میں دریغ نہ تھا۔ اس ضمن میں عرب کے مشہور ہیرو حاتم طائی کی سخاوت و مہمان نوازی کے قصے زبان زد خلائق ہیں۔

قبیلہ کی پاسداری عربوں کا فرض عین تھا۔ ایک شاعر فخریہ کہتا ہے کہ میں تو قبیلہ غزیہ سے ہوں۔ اگر وہ غلطی کریں تو میں بھی غلطی کروں گا اور اگر غزیہ ٹھیک راستہ پر چلیں تو میں بھی ٹھیک راستہ پر چلوں گا۔ عرب میں اپنے حسب نسب پر فخر کرنے کی عادت عام تھی اور اپنے باپ دادوں کے کارناموں کا فخریہ لہجہ میں ذکر کرنا ان کا خاصہ تھا۔ یہ اسی تکبّر کا نتیجہ تھا کہ عرب لوگ غلاموں اور خادموں کو نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ دشمن کے ساتھ معاملہ کرنے میں عرب لوگ عموماً ظالم اور سخت گیر تھے۔ ثار کا خونی عقیدہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ یہ گویا عرب کے دین و مذہب کا جُزوِ اعظم تھا۔ ثار کے مقابلہ میں خدائی قضاء وقدر کی بھی پروانہ تھی ایک شاعر کہتا ہے:

سَاَ غْسِلُ عَنِّی الْعَارَ بِالسَّیْفِ جَالِبًا
عَلَیَّ قَضَاءُ اللّٰہِ مَا کَانَ جَالِبًا

میں اپنے اوپر سے شرم و عار کو ضرور تلوار کیساتھ دھوؤں گا، پھر اللہ کی قضاء مجھ پر جو چاہے لاوے مجھے پروا نہیں۔

عرب لوگ نہایت ذکی اور ذہین تھے اور ان کا حافظہ غضب کا تیز تھا چنانچہ قدیم سے ان کا دستور تھا کہ اپنی تمام قومی اور خاندانی روایت کو یاد رکھتے تھے اور مختلف موقعوں پر سُناتے رہتے تھے۔ جنگ میں جب دو جانباز سپاہی مقابلہ کے واسطے آگے بڑھتے تھے تو پہلے ایک دوسرے کا حسب نسب ضرور دریافت کرتے تھے اور اگر کوئی نیچ ذات کا ہوتا تھا تو اس کو اپنے مقابلہ میں آنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔

عربوں میں سال اور ماہ چاند کی گردش کے حساب سے شمار کئے جاتے تھے اور بارہ مہینوں میں سے پہلا، ساتواں اور آخری دو مہینے عزت کے مہینے سمجھے جاتے تھے جن میں ہر قسم کا قتال ممنوع تھا، لیکن بعض اوقات اپنی سہولت کے واسطے عرب انہیں آگے پیچھے بھی کر لیتے تھے تا کہ اگر کوئی ضرورت آپڑے تو ان مہینوں میں بھی بلا خوفِ گناہ جنگ وجدال کر سکیں۔ اس رسم کو نسئ کہتے تھے۔

(باقی آئندہ)

(سیرت خاتم النّبیینؐ، صفحہ 55تا59، مطبوعہ 2006 قادیان)

......☆......☆......☆......

ارشاد باری تعالیٰ

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ

(سورۃ الاحزاب: 24)

ترجمہ: مومنوں میں ایسے مرد ہیں جنہوں نے جس بات پر اللہ سے عہد کیا تھا اُسے سچا کر دکھایا۔

طالبِ دعا : مقصود احمد ڈار (جماعت احمدیہ شورت، صوبہ جموں کشمیر)

سیرت المہدی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے. رضی اللہ عنہ)

(428) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب سنوری مجھ سے بیان کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے تھے اور میں نے خود بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص خدا تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ اگر تو نے دنیا میں کوئی نیک عمل کیا ہے تو بیان کر اور وہ جواب دیگا اے میرے خدا میں نے کبھی کوئی نیک عمل نہیں کیا۔ خدا فرمائے گا کہ اچھی طرح یاد کر کے اپنا کوئی ایک نیک عمل ہی بیان کر دے۔ وہ جواب دیگا کہ مجھے اپنا کوئی ایک نیک عمل بھی یاد نہیں ہے۔ خدا فرمائے گا اچھا یہ بتا کہ کیا تو نے کبھی میرے کسی نیک بندے کی صحبت اُٹھائی ہے؟ وہ کہے گا اے میرے خدا میں کبھی تیرے کسی نیک بندے کی صحبت میں نہیں بیٹھا۔ خدا فرمائے گا اچھا یہ بتا کہ کیا کبھی تو نے میرے کسی نیک بندے کو دیکھا ہے؟ وہ جواب دیگا کہ اے میرے خدا مجھے زیادہ شرمندہ نہ کر میں نے کبھی تیرے کسی نیک بندے کو دیکھا بھی نہیں۔ خدا فرمائیگا تیرے گاؤں کے دوسرے کنارے پر میرا ایک نیک بندہ رہتا تھا کیا فلاں دن فلاں وقت جب کہ تو فلاں گلی میں سے جا رہا تھا اور وہ میرا بندہ سامنے سے آتا تھا تیری نظر اس پر نہیں پڑی؟ وہ جواب دیگا ہاں میرے خدا اب مجھے یاد آیا اس دن میں نے بے شک تیرے اس بندے کو دیکھا تھا مگر اے میرے خدا! تو جانتا ہے کہ صرف ایک دفعہ میری نظر اس پر پڑی اور پھر میں اسکے پاس سے نکل کر آگے گذر گیا۔ خدا فرمائے گا میرے بندے جا میں نے تجھے اس نظر کی وجہ سے بخشا۔ جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ مثال خدا کے رحم اور بخشش کو ظاہر کرنے کیلئے بیان فرماتے تھے۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس مثال کا یہ مطلب نہیں سمجھنا چاہئے کہ انسان خواہ اس دنیا میں کیسی حالت میں رہا ہو اور کیسی بد اعمالی میں اس کی زندگی گذر گئی ہو وہ محض اس قسم کی وجہ کی بنا پر بخش دیا جاوے گا بلکہ منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی انسان دنیا میں ایسی حالت میں رہا ہے کہ اسکی فطرت کے اندر نیکی اور سعادت کا تخم قائم رہا ہے لیکن اس تخم کو نشو و نما دینے والے عناصر اسے میسر نہیں آئے اور وہ ہمیشہ بد صحبت اور غافل کن حالات میں گھرا رہنے کی وجہ سے بد اعمالی کا مرتکب ہوتا رہا ہے مگر اس کا فطری میلان ایسا تھا کہ اگر اسے نیکی کی طرف مائل کرنے والے حالات پیش آتے تو وہ بدی کو ترک کر کے نیکی کو اختیار کر لیتا تو ایسا شخص یقیناً خدا کی بخشش خاص سے حصہ پائے گا۔ علاوہ ازیں حق یہ ہے کہ گو کوئی خشک مزاج مولوی میرے اس ریمارک پر چونکے لیکن خدا کی بخشش اور رحم کیلئے کوئی قاعدہ اور قانون تلاش کرنا یہ محض لاعلمی اور تنگ خیالی کی باتیں ہیں۔ اس کے عذاب و سزا کے واسطے بیشک قواعد اور قوانین موجود ہیں جو خود اس نے بیان فرما دیئے ہیں۔ لیکن اسکے رحم کے واسطے کوئی قانون نہیں کیونکہ اسکی یہ صفت کسی نہ کسی صورت میں ہر وقت ہر چیز پر ہر حالت میں اور ہر جگہ جاری رہتی ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے عَذَابِیۡۤ اُصِیۡبُ بِہٖ مَنۡ اَشَآءُ ۚ وَ رَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ کُلَّ شَیۡءٍ (الاعراف: 157) یعنی میرا عذاب تو صرف میری مقرر کردہ قانون کے ماتحت خاص خاص حالتوں میں پہنچتا ہے لیکن میری رحمت ہر وقت ہر چیز پر وسیع ہے۔ اس آیت کریمہ میں جو مَنۡ اَشَآءُ کا لفظ ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ خدا کا عذاب تو اس کی مرضی کے ماتحت ہے لیکن اس کی رحمت مرضی کے حدود کو توڑ کر ہر چیز پر وسیع ہوگئی ہے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لفظ قرآنی محاورہ کے ماتحت خدائی قانون کی طرف اشارہ کرنے کیلئے آتا ہے یعنی مراد یہ ہے کہ خدا کا عذاب اسکے قانون کے ماتحت خاص خاص حالتوں میں آتا ہے لیکن خدا کی رحمت کیلئے کوئی قانون نہیں ہے۔ بلکہ وہ صرف خدا کی مرضی اور خوشی پر موقوف ہے اور چونکہ خدا کی صفت رحمت اسکی ہر دوسری صفت پر غالب ہے اس لئے اسکی یہ صفت ہر وقت ہر چیز پر ظاہر ہو رہی ہے اور بسا اوقات اس کی رحمت ایسے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے کہ انسان کی کوتہ نظر اس کا موجب دریافت کرنے سے قاصر رہتی ہے اور ممکن ہے کہ بعض صورتوں میں اس کا کوئی بھی موجب نہ ہوتا ہو سوائے اسکے کہ خدا رحیم ہے اور اپنے پیدا کردہ بندے پر رحم کرنا چاہتا ہے اور بس۔ **واللہ اعلم**۔

(429) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب مولوی فاضل نے مجھ سے بیان کیا کہ جب میں 1908ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کرنے کیلئے قادیان آیا تو اس وقت نماز ظہر کے قریب کا وقت تھا اور میں مہمان خانہ میں وضو کر کے مسجد مبارک میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد میں ہی تشریف رکھتے تھے اور حضور کے بہت سے اصحاب حضرت کے پاس بیٹھے تھے۔ میں بھی مجلس کے پیچھے ہو کر بیٹھ گیا۔ اس وقت شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور چشمہ معرفت کیلئے سکھ مذہب کے متعلق بعض حوالجات حضور کے سامنے پیش کر رہے تھے اور حضور کبھی کبھی ان کے متعلق گفتگو فرماتے تھے اور بعض دفعہ ہنستے بھی تھے۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ حضور کے بائیں طرف بیٹھے تھے۔ میں جب آ کر بیٹھا تو مجھے کچھ وقت تک یہ شبہ رہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کون ہیں۔ کیونکہ میں حضرت مولوی صاحب اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درمیان پوری طرح یہ فیصلہ نہیں کر سکا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ ہیں یا وہ۔ لیکن پھر گفتگو کے سلسلہ میں مجھے سمجھ آ گئی۔ جب حوالہ جات کے متعلق گفتگو بند ہوئی تو میں بیعت کی خواہش ظاہر کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف آگے بڑھنے لگا۔ جس پر سیّد احمد نور صاحب کابلی نے کسی قدر بلند آواز سے کہا کہ یہ شخص مسلمان ہونا چاہتا ہے اسے رستہ دے دیا جاوے۔ میں دل میں حیران ہوا کہ مسلمان ہونے کے کیا معنی ہیں۔ لیکن پھر ساتھ ہی خیال آیا کہ واقعی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں داخل ہونا مسلمان ہونا نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ چنانچہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت سے مشرف ہو گیا اس وقت میرے ساتھ ایک اور شخص نے بھی بیعت کی تھی بیعت کے بعد دعا کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نماز کیلئے کھڑے ہو گئے اور حضرت مولوی نورالدین صاحب نے نماز کرائی اور حضرت مسیح موعودؑ نے پہلی صف سے آگے حضرت مولوی صاحب کے ساتھ جانب شمال حضرت مولوی صاحب کی اقتدا میں نماز ادا کی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نماز فریضہ ادا کرتے ہی اندرون خانہ تشریف لے گئے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ آخری ایام میں ہمیشہ امام کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز ادا فرمایا کرتے تھے اور آپ کے وصال کے بعد حضرت خلیفہ اوّل ہمیشہ مصلے پر آپ والی جگہ کو چھوڑ کر بائیں جانب کھڑے ہوا کرتے تھے۔ اور کبھی ایک دفعہ بھی آپ مصلے کے وسط میں یا دائیں جانب کھڑے نہیں ہوئے اور اب حضرت خلیفہ ثانی کا بھی یہی طریق ہے۔ اور ایسا غالباً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے احترام کے خیال سے کیا جاتا ہے۔ **واللہ اعلم**۔

(430) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ مکرمی مفتی محمد صادق صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب کسی سفر پر تشریف لے جانے لگتے تھے تو عموماً مجھے فرما دیتے تھے کہ ساتھ جانے والوں کی فہرست بنا لی جاوے اور ان دنوں میں جو مہمان قادیان آئے ہوئے ہوتے تھے ان میں سے بھی بعض کے متعلق فرما دیتے تھے کہ ان کا نام لکھ لیں اور اوائل میں حضرت صاحب انٹر کلاس میں سفر کیا کرتے تھے اور اگر حضرت بیوی صاحبہ ساتھ ہوتی تھیں تو ان کو اور دیگر مستورات کو زنانہ تھرڈ کلاس میں بٹھا دیا کرتے تھے اور حضرت صاحب کا یہ طریق تھا کہ زنانہ سواریوں کو خود ساتھ جا کر اپنے سامنے زنانہ گاڑیوں میں بٹھاتے تھے۔ اور پھر اسکے بعد خود اپنی گاڑی میں اپنے خدام کے ساتھ بیٹھ جاتے تھے۔ اور جس سٹیشن پر اترنا ہوتا تھا اس پر بھی خود زنانہ گاڑی کے پاس جا کر اپنے سامنے حضرت بیوی صاحبہ کو اتارتے تھے۔ مگر دوران سفر میں سٹیشنوں پر عموماً خود اُتر کر زنانہ گاڑی کے پاس دریافت حالات کیلئے نہیں جاتے تھے۔ بلکہ کسی خادم کو بھیج دیا کرتے تھے۔ اور سفر میں حضرت صاحب اپنے خدام کے آرام کا بہت خیال رکھا کرتے تھے اور آخری سالوں میں حضور عموماً ایک سالم سیکنڈ کلاس کمرہ اپنے لئے ریزرو کروالیا کرتے تھے اور اس میں حضرت بیوی صاحبہ اور بچوں کے ساتھ سفر فرماتے تھے۔ اور حضورؑ کے اصحاب دوسری گاڑی میں بیٹھتے تھے۔ مگر مختلف سٹیشنوں میں اتر اتر کر وہ حضورؑ سے ملتے رہتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضورؑ الگ کمرہ کو اس خیال سے ریزرو کروا لیتے تھے کہ تا کہ حضرت والدہ صاحبہ کو علیحدہ کمرہ میں تکلیف نہ ہو اور حضور اپنے اہل و عیال کے ساتھ اطمینان کے ساتھ سفر کر سکیں نیز آخری ایام میں چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سفر کے وقت عموماً ہر سٹیشن پر سینکڑوں ہزاروں زائرین کا مجمع ہوتا تھا اور ہر مذہب اور ملت کے لوگ بڑی کثرت کے ساتھ حضور کو دیکھنے کیلئے جمع ہو جاتے تھے۔ اور مخالف و موافق ہر قسم کے لوگوں کا مجمع ہوتا تھا اس لئے بھی کمرہ کا ریزرو کرانا ضروری ہوتا تھا تا کہ حضور اور حضرت والدہ صاحبہ وغیرہ اطمینان کے ساتھ اپنے کمرہ کے اندر تشریف رکھ سکیں اور بعض اوقات حضور ملاقات کرنے کیلئے گاڑی سے باہر نکل کر سٹیشن پر تشریف لے آیا کرتے تھے۔ مگر عموماً گاڑی ہی میں بیٹھے ہوئے کھڑکی میں سے ملاقات فرما لیتے تھے اور ملنے والے لوگ باہر سٹیشن پر کھڑے رہتے تھے۔ نیز مفتی صاحب نے بیان فرمایا کہ جس سفر میں حضرت ام المومنین حضور کے ساتھ نہیں ہوتی تھیں اس میں مَیں حضور کے قیام گاہ میں حضور کے کمرہ کے اندر ہی ایک چھوٹی سی چارپائی لے کر سو رہتا تھا تا کہ اگر حضور کو رات کے وقت کوئی ضرورت پیش آئے تو میں خدمت کر سکوں چنانچہ اس زمانہ میں چونکہ مجھے ہوشیار اور فکرمند ہو کر سونا پڑتا تھا تا کہ ایسا نہ ہو حضرت صاحب مجھے کوئی آواز دیں اور میں جاگنے میں دیر کروں اس لئے اس وقت سے میری نیند بہت ہلکی ہو گئی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اگر کبھی مجھے آواز دیتے تھے اور میری آنکھ نہ کھلتی تھی تو حضور آہستہ سے اُٹھ کر میری چارپائی پر آ کر بیٹھ جاتے تھے اور میرے بدن پر اپنا دست مبارک رکھ دیتے تھے جس سے میں جاگ پڑتا تھا اور سب سے پہلے حضور وقت دریافت فرماتے تھے اور حضور کو جو الہام ہوتا تھا حضور مجھے جگا کر نوٹ کروا دیتے تھے۔ چنانچہ ایک رات ایسا اتفاق ہوا کہ حضور نے مجھے الہام لکھنے کیلئے جگایا مگر اس وقت اتفاق سے میرے پاس کوئی قلم نہیں تھا چنانچہ میں نے ایک کوئلہ کا ٹکڑا لے کر اس سے الہام لکھا لیکن اس وقت کے بعد سے میں باقاعدہ پنسل یا فاؤنٹین پین اپنے پاس رکھنے لگ گیا۔

(431) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عموماً صبح کے وقت سیر کیلئے تشریف لے جایا کرتے تھے اور عموماً بہت سے اصحاب حضور کے ساتھ ہو جاتے تھے۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے بعض طالب علم بھی حضور کے ساتھ جانے کے شوق میں کسی بہانہ وغیرہ سے اپنے کلاس روم سے نکل کر حضور کے ساتھ ہو لیتے تھے۔ اساتذہ کو پتہ لگتا تھا تو تعلیم کے حرج کا خیال کر کے بعض اوقات ایسے طلبہ کو بلا اجازت چلے جانے پر سزا وغیرہ بھی دیتے تھے مگر بچوں کو کچھ ایسا شوق تھا کہ وہ عموماً موقعہ لگا کر نکل ہی جاتے تھے۔

(432) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ مکرمی مفتی محمد صادق صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں مَیں کسی وجہ سے اپنی بیوی مرحومہ پر کچھ خفا ہوا جس پر میری بیوی نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی بڑی بیوی کے پاس جا کر میری ناراضگی کا ذکر کیا اور حضرت مولوی صاحب کی بیوی نے مولوی صاحب سے ذکر کر دیا۔ اسکے بعد میں جب حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سے ملا تو انہوں نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ ’’مفتی صاحب آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہاں ملکہ کا راج ہے‘‘ بس اس کے سوا اور کچھ نہیں کہا مگر میں ان کا مطلب سمجھ گیا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے یہ الفاظ عجیب معنی خیز ہیں کیونکہ ایک طرف تو ان دنوں میں برطانیہ کے تخت پر ملکہ وکٹوریا متمکن تھیں اور دوسری طرف حضرت مولوی صاحب کا اس طرف اشارہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے خانگی معاملات میں حضرت ام المومنین کی بات بہت مانتے ہیں اور گویا گھر میں حضرت ام المومنین ہی کی حکومت ہے، اور اس اشارہ سے مولوی صاحب کا مقصد یہ تھا کہ مفتی صاحب کو اپنی بیوی کے ساتھ سلوک کرتے ہوئے محتاط رہنا چاہئے۔

(سیرۃ المہدی، جلد اوّل، مطبوعہ قادیان 2008)

......☆......☆......☆......

JMB RICE MILL (Pvt) Ltd.
Love For All, Hatred For None
AT. TISALPUR. P.O RAHANJA
DIST. BHADRAK, PIN-756111
STD: 06784, Ph: 230088
TIN : 21471503143
JMB

ایک خادم کو کم از کم روزانہ پانچ نمازیں وقت پر باجماعت پڑھ لینی چاہئیں، ٹکریں نہیں مارنی، ایک خادم جب سنجیدگی سے نماز پڑھ لے گا تو سمجھ لیں کہ اس نے سب کچھ کر لیا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہجرت کرنے کی بات تو ٹھیک ہے لیکن ان کے فرانس کی طرف ہجرت کرنے والی بات درست نہیں

کیونکہ اُس زمانے میں فرانس میں ان کے پیروکاروں کی کوئی جماعت نہیں تھی بلکہ ان کے قبائل تو کشمیر کے علاقہ میں تھے چنانچہ اسی طرف انہوں نے ہجرت کی تھی

قرآن کریم کا حکم اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ بہت واضح ہے، جس کا مطلب ہے کہ ایسی طلاق جس میں رجوع ہو سکے، صرف دو مرتبہ ہو سکتی ہے،

تیسری طلاق کے بعد اس خاوند کا اس بیوی سے صلح کرنے کا حق باقی نہیں رہتا، نہ عرصۂ عدت میں بغیر نکاح کے اور نہ ہی عدت کے ختم ہونے پر نکاح کے ساتھ

سیّدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے پوچھے جانے والے اہم سوالات کے بصیرت افروز جوابات

نوٹ: سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مختلف وقتوں میں اپنے مکتوبات اور ایم ٹی اے کے مختلف پروگراموں میں اہم مسائل کے بارہ میں جو ارشادات مبارکہ فرماتے ہیں، ان میں سے کچھ قارئین کے افادہ کیلئے الفضل انٹرنیشنل کے شکریہ کے ساتھ شائع کیے جا رہے ہیں۔ (ادارہ)

(قسط 12)

سوال ایک خاتون نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں تحریر کیا کہ اگر میاں بیوی میں ان کی شادی کے عرصے میں تین دفعہ طلاق ہو جائے تو تیسری طلاق کے بعد صلح کی کیا صورت ہوگی؟ اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ 22/جولائی 2019ء میں درج ذیل جواب عطا فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا:

جواب قرآن کریم کا حکم اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ بہت واضح ہے، جس کا مطلب ہے کہ ایسی طلاق جس میں رجوع ہو سکے، صرف دو مرتبہ ہو سکتی ہے۔ اسکے بعد فرمایا فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ یعنی ایسی دو طلاقوں کے بعد اگر خاوند اپنی بیوی کو تیسری طلاق دے دے تو اس تیسری طلاق کے بعد اس خاوند کا اس بیوی سے صلح کرنے کا حق باقی نہیں رہتا۔ نہ عرصۂ عدت میں بغیر نکاح کے اور نہ ہی عدت کے ختم ہونے پر نکاح کے ساتھ وہ اس کے ساتھ خانہ آبادی کر سکتا ہے۔ جب تک کہ وہ عورت کسی دوسرے شخص سے باقاعدہ نکاح نہ کرے اور وہ خاوند اس عورت کو بغیر کسی منصوبہ بندی کے طلاق دے دے۔

پس آپ کی بیان کردہ صورت میں اب ان میاں بیوی کے درمیان صلح کی کوئی گنجائش نہیں، جب تک کہ ان کے درمیان حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ والی شرط پوری نہ ہو۔

سوال ایک خاتون نے لکھا کہ اگر کوئی غیر احمدی مسلمان مجھ سے کسی غیر از جماعت عالم کی لکھی ہوئی تفسیر کے بارے میں پوچھے تو مجھے اسے کونسی تفسیر پڑھنے کے لیے بتانی چاہیے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 22/جولائی 2019ء میں اس سوال کا درج ذیل جواب عطا فرمایا۔ حضور نے فرمایا:

جواب پرانے بزرگوں کی تمام تفسیریں اچھی ہیں۔ آپ کی معلومات کیلئے چند تفسیروں کے نام لکھ رہا ہوں۔ مثلاً تیسری صدی ہجری میں لکھی جانے والی تفسیر طبری، جس کا پورا نام ''جامع البیان فی تاویل القرآن'' ہے اور جسے ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر الطبری نے تصنیف کیا۔ چھٹی صدی ہجری میں امام ابوعبداللہ محمد فخر الدین ابن خطیب الرازی کی تصنیف کردہ تفسیر ''مفاتیح الغیب''، المعروف ''التفسیر الکبیر'' بہت عمدہ تفسیر ہے۔ ساتویں صدی ہجری میں لکھی جانے والی تفسیر بعنوان ''الجامع لاحکام القرآن'' معروف بہ ''تفسیر قرطبی'' مشہور عالم ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابوبکر المعروف امام قرطبی نے تصنیف فرمائی۔ علاوہ ازیں تفسیر جلالین، تفسیر ابن کثیر اور تفسیر روح المعانی وغیرہ اچھی اور پڑھنے کے قابل تفاسیر ہیں۔

سوال ایک دوست نے بعض احباب کی طرف سے پوچھے جانے والے اس سوال کی بابت حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے رہنمائی چاہی ہے کہ گھانا کے ماحول کو سامنے رکھتے ہوئے جہاں ایسے غیر احمدی امام بھی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور احمدیت کو سچا اور بہترین اسلام سمجھتے ہیں اور مخالفت بھی نہیں کرتے لیکن کسی مجبوری کی وجہ سے قبول احمدیت کی توفیق نہیں پاتے، تو کیا ایسے افراد یا اماموں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہوگا؟ حضور انور نے اپنے مکتوب مورخہ 22/جولائی 2019ء میں اس کا درج ذیل جواب عطا فرمایا۔ حضور نے فرمایا:

جواب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے غیر احمدی امام کی اقتدا میں نماز نہ پڑھنے کے مسئلہ پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے اور جہاں آپ نے اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کو ہمارے لیے کھول کھول کر بیان فرمایا ہے وہاں آپ کے بیان کردہ مسئلہ پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر ایسے لوگوں کی نسبت ذکر ہوا جو نہ مکفر ہیں نہ مکذب اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا مسئلہ دریافت کیا گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

''اگر وہ منافقانہ رنگ میں ایسا نہیں کرتے جیسا کہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ (با مسلماں اللہ اللہ، با برہمن رام رام) تو وہ اشتہار دیدیں کہ ہم نہ مکذب ہیں نہ مکفر (بلکہ بزرگ نیک ولی اللہ سمجھتے ہیں) اور مکفرین کو اس لئے کہ وہ ایک مومن کو کافر کہتے ہیں، کافر جانتے ہیں تو ہمیں معلوم ہو کہ وہ سچ کہتے ہیں ورنہ ہم ان کا کیسے اعتبار کر سکتے ہیں اور کیونکر ان کے پیچھے نماز کا حکم دے سکتے ہیں۔

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی۔

نرمی کے موقع پر نرمی اور سختی کے موقع پر سختی کرنی چاہئے فرعون میں ایک قسم کا رشد تھا اور اسی رشد کا نتیجہ تھا کہ اس کے مونہہ سے وہ کلمہ نکلا، جو صدہا ڈوبنے والے کفار کے منہ سے نہ نکلا۔ یعنی اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ اس کے ساتھ نرمی کا حکم ہوا قُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا اور دوسری طرف نبی کریم کو فرمایا وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ۔ معلوم ہوتا ہے ان لوگوں میں بالکل رشد نہ تھا۔ پس ایسے معترضین کے ساتھ صاف صاف بات کرنی چاہیئے تا کہ ان کے دل میں جو گند وخبث پوشیدہ ہے نکل آئے اور ننگ جماعت نہ ہوں۔'' (اخبار بدر نمبر 16 جلد 7 مورخہ 23/اپریل 1908ء صفحہ 4)

سوال ایک خاتون نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف ''توضیح مرام'' کے حوالے سے فرشتوں کے چاند، سورج اور ستاروں پر اثر ڈالنے، ان اجسام کے انسانوں پر اثر ڈالنے، اور فرشتوں کے جسمانی طور پر زمین پر اترنے کے بارے میں حضور انور سے رہنمائی چاہی ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 22/جولائی 2019ء میں اس کا درج ذیل جواب عطا فرمایا۔ حضور نے فرمایا:

جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اس تصنیف لطیف میں فرشتوں کے کواکب پر اثر انداز ہونے، سورج، چاند، ستاروں کے ہماری زمین کے نباتات و جمادات اور حیوانات پر اثر ڈالنے اور فرشتوں کے انسانوں پر روحانی اثرات ہونے کے مضامین کو نہایت لطیف انداز میں بیان فرمایا ہے۔

چنانچہ فرشتوں کے سورج، چاند، ستاروں پر اثر انداز ہونے کے آپ کے بیان کردہ مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ ملائکہ ان کواکب پر خدا تعالیٰ کے اذن کے تحت مدبر و منظم ہیں اور ان اجرام فلکی پر ان کی تاثیرات بالذات نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اذن اور حکم سے ہوتی ہیں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اشارات قرآنیہ سے نہایت صفائی سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض وہ نفوس طیبہ جو ملائک سے موسوم ہیں ان کے تعلقات طبقات سماویہ سے الگ الگ ہیں۔ بعض اپنی تاثیرات خاصہ سے ہوا کے چلانے والے اور بعض مینہ کے برسانے والے اور بعض بعض اور تاثیرات کو زمین پر اتارنے والے ہیں۔''

پھر حضور علیہ السلام نے ایک مضمون یہ بیان فرمایا ہے کہ ان اجرام فلکی یعنی سورج، چاند اور ستاروں کا ہماری زمین کے نباتات، جمادات اور حیوانات پر دن رات اثر پڑتا رہتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ چاند کی روشنی سے پھل موٹے ہوتے، سورج کی گرمی اور تپش سے پھل پکتے اور میٹھے ہوتے اور بعض ہوائیں بکثرت پھل لانے کا موجب ہوتی ہیں۔

اس ضمن میں ایک مضمون حضور علیہ السلام نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ جس طرح فرشتے خدا تعالیٰ کے حکم سے اجرام فلکی پر اپنی تاثیرات ڈالتے اور اجرام فلکی کا ہماری زمین کی ظاہری چیزوں پر اثر ہوتا ہے اسی طرح ملائکہ خدا تعالیٰ کے حکم سے ہمارے دل و دماغ پر اپنا روحانی اثر بھی ڈالتے ہیں۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں: ''درحقیقت یہ عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام میں مستقر اور قرار گیر ہے اور بہ حکمت کاملہ خداوند تعالیٰ زمین کی ہر یک مستعد چیز کو اس کے کمال مطلوب تک پہنچانے کیلئے یہ روحانیات خدمت میں لگی ہوئی ہیں۔ ظاہری خدمات بھی بجا لاتے ہیں اور باطنی بھی۔ جیسے ہمارے اجسام اور ہماری تمام ظاہری قوتوں پر آفتاب اور ماہتاب اور دیگر سیاروں کا اثر ہے ایسا ہی ہمارے دل اور دماغ اور ہماری تمام روحانی قوتوں پر یہ سب ملائک ہماری مختلف استعدادوں کے موافق اپنا اپنا اثر ڈال رہے ہیں۔''

جہاں تک فرشتوں کے زمین پر اترنے اور انسانوں سے میل جول کرنے کا سوال ہے تو اس بارہ میں یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن کریم، احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ فرشتوں کا زمین پر نزول ان کے اصلی وجود کے ساتھ ہرگز نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ملائکہ انسانوں کی شکل میں متمثل ہو کر اس کے نیک بندوں سے میل جول کرتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم اور احادیث میں ایسے کئی واقعات کا ذکر موجود ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہی نفوس نورانیہ کامل بندوں پر بشکل جسمانی متشکل ہو کر ظاہر ہو جاتے ہیں اور بشری صورت سے متمثل ہو کر دکھائی دیتے ہیں۔''

(توضیح مرام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 68 تا 72)

سوال ایک بچی نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بننے والی ڈاکومنٹری Bloodline of Christ کا ذکر کر کے اس میں بیان کہانی کی حقیقت دریافت کی۔ حضور انور نے اپنے مکتوب مورخہ 21/نومبر 2019ء میں اس سوال کا درج ذیل جواب عطا فرمایا:

جواب اس سے پہلے بھی اس موضوع پر کئی فلمیں بن چکی ہیں اور کتابیں بھی لکھی جا چکی ہیں۔ اس ڈاکومنٹری میں بیان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہجرت کرنے کی بات تو ٹھیک ہے لیکن ان کے فرانس کی طرف ہجرت کرنے والی بات درست نہیں کیونکہ اس زمانے میں فرانس میں ان کے پیروکاروں کی کوئی جماعت نہیں تھی۔ بلکہ ان کے قبائل تو کشمیر کے علاقہ میں تھے۔ چنانچہ اسی طرف انہوں نے ہجرت کی تھی۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس امر کو اپنی تصنیف ''مسیح ہندوستان میں'' میں مختلف شواہد کے ساتھ ثابت فرمایا ہے۔

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ہالینڈ کے خدام کی Virtual ملاقات مورخہ 30/اگست 2020ء میں ایک خادم نے حضور انور کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ دنیا کے موجودہ حالات میں ہمیں Farming کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہیے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس پر فرمایا:

جواب سوال یہ ہے کہ پہلے جب یورپین یونین اکٹھی ہوئی ہے، انہوں نے ہر ملک میں اپنا اپنا علاقہ بانٹ لیا ہوا ہے کہ تم فروٹ اُگاؤ گے، تم Crops اُگاؤ گے، تم فلاں چیز اُگاؤ گے، تم فلاں چیز اُگاؤ گے۔ تو جب تک یورپین یونین قائم ہے، اس وقت تک تو بڑی اچھی بات ہے یہ کرتے رہیں۔ اب ہالینڈ کے ذمہ انہوں نے لگایا ہوا ہے، ان کے ہاں Dairy Products ہیں یا Fruits ہیں۔ اور Fruits بھی خاص قسم کے ہیں۔ Pears وغیرہ اور Something like that۔ یو.کے Brexit کے ذریعہ نکل گیا ہے، تھوڑی دیر بعد جب یہ پوری طرح نکل جائیں گے تو انہیں پھل منگوانے کیلئے بھی مشکل پیش آئے گی۔ اور Wheat Crisis بھی

آجائے گا۔ تو ان کو مشکلات پیش آئیں گی، اس لیے یوکے کیلئے تو ضروری ہے کہ Agriculture پہ Focus کریں اور اسکو زیادہ Develop کرنے کی کوشش کریں اور اپنی Agriculture میں Self-sufficient بنیں، Grains میں بھی اور Vegetables میں بھی اور Fruits میں بھی۔ جہاں تک یورپ کا سوال ہے تو یورپ کا جو Grains ہے، اس میں تقریباً وہ Self-sufficient ہی ہیں۔ بلکہ Export بھی کرتے ہیں۔ اسی طرح پھل وغیرہ ہیں۔ کچھ سبزیاں ہیں جو Tropical علاقوں سے یہ لاتے ہیں۔ وہ یہاں ہو نہیں سکتیں سوائے اسکے کہ Greenhouses بنا کے وہ لگائی جائیں۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ اپنے ملکوں کی پیداوار کے لحاظ سے وہ کریں۔ اگر یورپ ایک رہے گا تو ٹھیک ہے۔ لیکن کل کو کوئی اور بھی ملک یورپین یونین سے نکلتا ہے تو پھر اس کو مشکل پڑے گی جس طرح انگلستان کو مشکل پڑ رہی ہے۔ پھر رشیا جب اکٹھا تھا تو اس وقت انہوں نے بنایا ہوا تھا کہ فلاں State میں گندم اُگے گی، فلاں میں کاٹن اُگے گی، فلاں میں فلاں Crop ہوگی۔ اور جب وہ ٹوٹ گئے تو پھر ان کی States کو بھی مسائل پیدا ہوئے۔ اس لیے کوشش یہ کرنی چاہئے کہ اکٹھے رہیں اور اگر کہیں Chances پیدا ہونے کا امکان ہے تو جو ہمارے Politicians ہیں ان کو یہ سوچنے سے پہلے کہ ہم نے علیحدہ ہونا ہے، اپنے لوگوں کی جو Staple Food ہے اس کو مہیا کرنے کیلئے بھی پہلے سوچنا چاہیے کہ کس طرح ہم یہ مہیا کریں گے اور اس کیلئے پلاننگ ہونی چاہئے۔ بغیر پلاننگ کے چھوڑ دیں تو پھر وہ حال ہوتا ہے جو اب یوکے کا ہونے والا ہے۔ تو سارے یورپین یونین کے ملکوں کو دیکھنا چاہئے، بیٹھنا چاہئے، غور کرنا چاہئے کہ ہمارے سارے یورپ کی، جو ہماری یورپین یونین میں چھبیس ستائیس ملک شامل ہیں انکی Requirement کیا ہے اور اس Requirement کے حساب سے ہماری مختلف Grains کی ہر سال کی Produce کیا ہے اور اس Produce کو ہم نے کس طرح مزید بہتر کرنا ہے۔ تو اس لحاظ سے ٹھیک ہے آپ کی بات، کوشش کرنی چاہئے۔ لیکن اگر اس کے بعد پھر Crisis آتا ہے اور Crisis کے بعد جنگ ہوتی ہے تو اس میں پتہ نہیں اگر کہیں کسی نے پاگل پن میں ایٹم بم استعمال کر دیا تو نہ وہاں Agriculture رہنی ہے اور نہ وہاں کچھ اور چیز رہنی ہے۔ تو اس لیے اللہ تعالیٰ ہی رحم کرے۔

سوال اسی ملاقات میں ایک خادم نے حضور انور کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ چھوٹے بچوں کی تربیت کیلئے کس طرح اور کیا طریق اختیار کیا جا سکتا ہے؟ اس پر حضور انور نے فرمایا:

جواب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو کہا ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے اسی وقت تربیت کرو۔ اسی لیے اسلام میں یہ رائج ہے اور یہ سنت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی یہ فرمایا کرتے تھے اور پھر ہم عمل بھی اسی بات پہ کرتے ہیں کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے دائیں کان میں اذان دیتے ہیں اور بائیں کان میں تکبیر پڑھتے ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا نام اس کے کان میں پڑے اور توحید پہ وہ قائم ہو۔ تو تربیت جو ہے وہ تو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ پہلے دن سے شروع کر دو۔ یہ نہ دیکھو کہ بچہ چھوٹا ہے اس کو سمجھ نہیں آئے گی۔ بچہ چھوٹا ہے اس کو بتاؤ، کوئی چیز تم دیتے ہو تو تم کہو کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے دی ہے، اللہ تعالیٰ نے تمہارا انتظام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا، اللہ تعالیٰ نے مجھے سہولت مہیا کی۔ ہم نے توحید کو قائم کرنا ہے اس لیے پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پہ ان کا ایمان پیدا کرو کہ جو چیز وہ حاصل کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ ان کیلئے ان کا انتظام کرتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ پہ آہستہ آہستہ یقین بڑھنا شروع ہوگا۔ پھر بتاؤ کہ جب اللہ تعالیٰ ہمیں چیزیں دیتا ہے تو ہم نے اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا کرنا ہے۔ پھر کہو کہ تم ابھی چھوٹے ہو، تمہیں پتہ نہیں، تم اللہ میاں سے صرف دعا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اسی طرح انعامات دیتا رہے، ہمارے پہ فضل کرتا رہے۔ اور ہم بڑے ہو گئے ہیں اس لیے ہمیں کچھ تھوڑا سا پتہ لگ گیا ہے اس لیے ہم اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں۔ جب تم بڑے ہو گے تو تم بھی نماز پڑھنی شروع کر دو گے۔ پھر جب بچہ سات سال کا ہوتا ہے تو یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو بتاؤ کہ تم نے نماز پڑھنی ہے یا نماز فرض ہے۔ اور آہستہ آہستہ اسکو دو یا تین یا چار جتنی نمازیں بچہ پڑھ سکتا ہے پڑھتا رہے اور جب دس کا ہو جائے، اس وقت Matured دماغ ہو جاتا ہے، پھر اس کو نماز پڑھنے کی عادت ڈال دو۔ تو یہ شروع کی جو تربیت ہے، وہی ہے جو بچہ کو آخر تک کام دیتی ہے۔ اور پھر قرآن کریم بھی بچہ پڑھتا ہے۔ لیکن اتنا بھی Stress بچہ پر نہ ڈالو کہ تین سال کی عمر میں اسے قرآن کریم پڑھانا شروع کر دو۔ چار سال کی عمر میں وہ تھک جائے اور جب گیارہ سال کی عمر کا ہو تو باہر کے ماحول میں جائے اور آزادی اس کو حاصل ہونا شروع ہو جائے۔ ایک درمیانہ رویہ اختیار کرو۔ بچہ کو سمجھاؤ، اللہ تعالیٰ کی ذات پہ ایمان دلواؤ، اسلام کی سچائی کا ثبوت دو۔ اس زمانہ میں مسیح موعودؑ کو دین کی سچائی قائم کرنے کیلئے بھیجا ہے اس کی باتیں بتاؤ۔ چھوٹی چھوٹی کہانیاں سنا کر، صحابہ کے چھوٹے چھوٹے واقعات سنا کر، نبیوں کے واقعات سنا کر، اللہ تعالیٰ کے جو لوگوں پہ فضل ہوئے ہیں ان کی کہانیاں سنا کے، جو تم پہ فضل ہوئے ہیں اس کی کہانی سنا کے Interest پیدا کرو۔ تو اس طرح ایک محبت پیدا کی جاتی ہے۔ نیک نیتی سے، توجہ سے ماں باپ بچوں کو سمجھاتے رہیں، دین کی طرف لاتے رہیں تو پھر دین سے وہ Attach ہو جائیں گے تو پھر خدا تعالیٰ کی طرف رجحان بھی ہو گا، پھر نمازوں کی طرف توجہ بھی ہوگی۔ لیکن پنجابیوں کی طرح یہ کہہ دینا کہ بچہ کو چھوڑ دو، بڑا ہوگا تو آپ ہی ٹھیک ہو جائے گا۔ یہ کام نہیں چلے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تو ہمیں سبق دیا کہ پہلے دن سے تربیت کرو۔ اس لیے ''وڈا ہو کے ٹھیک ہو جائے گا'' والی بات کوئی نہیں ہے۔ بچے کی تربیت ساتھ ساتھ اسکی عمر کے لحاظ سے کرواور اپنے نمونے دکھاؤ۔

سوال ہالینڈ کے خدام کی اسی 30/اگست 2020ء کی Virtual ملاقات میں ایک اور خادم نے حضور انور کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ ایک خادم کو کونسے کام کم از کم روزانہ کرنے چاہئیں؟ اس پر حضور انور نے فرمایا:

جواب ایک خادم کو کم از کم روزانہ پانچ نمازیں وقت پہ پڑھ لینی چاہئیں۔ فجر کی نماز فجر کے وقت اٹھ کے پڑھو اور اگر نماز سینٹر یا مسجد قریب ہے تو وہاں جاکے باجماعت پڑھو۔ اور کام کے بعد مغرب اور عشاء کی نمازیں بھی نماز سینٹر میں پڑھیں۔ اور کام پہ ظہر عصر کی نمازیں بھی پڑھیں۔ اپنی پانچ نمازوں کی پابندی کر لیں کیونکہ یہ بنیادی حکم ہے۔ یہ تو روزانہ کا کام ہے، یہ کام کر لیں۔ ٹکریں نہیں مارنی۔ اس لیے نماز پڑھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور میں نے اس لیے نماز پڑھنی ہے تو پھر جو باقی اخلاق ہیں وہ بھی پیدا ہو جائیں گے۔ جب آپ نماز پڑھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی دعا کریں گے تو یہ دعا جب دل سے نکلے گی تو وہ یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو روحانی معاملہ میں بھی صراط مستقیم پہ چلائے، صحیح گائیڈ کرتا رہے اور آپ صحیح رستہ سے اِدھر اُدھر Deviate نہ کریں۔ اور جو اخلاقیات اللہ تعالیٰ نے بتائے ہوئے ہیں، جو اللہ کی تعلیم ہے اسکے اوپر بھی صحیح چلتے رہیں۔ اور جب إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ کہیں گے تو ظاہر ہے کہیں گے کہ اے اللہ تعالیٰ ہم تیری ہی عبادت کرنا چاہتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں، ہماری مدد کر، ہمیں ان لوگوں سے بچالے جن کو تو نے سزا دی اور جو صحیح رستے سے پھر گئے۔ تو اس کی رحمانیت مانگیں، اسکی رحیمیت مانگیں۔ اور پھر جب سنجیدگی سے نماز پڑھ رہیں ہوں گے تو صرف دنیا ہی کی باتیں نہ مانگیں، اگلے جہان کی بھی باتیں مانگیں۔ ایک خادم جب سنجیدگی سے نماز پڑھ لے گا تو سمجھ لیں کہ اس نے سب کچھ کرلیا۔

(ظہیر احمد خان، مربی سلسلہ، انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن)

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 12/مارچ 2021)

وصایا منظوری سے قبل اس لیے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی صاحب کو کسی وصیت پر کوئی اعتراض ہو تو وہ تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر دفتر ہذا کو مطلع کرے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان)

مسل نمبر 10393: مَیں حبیبہ زوجہ مکرم احسان قمر الزمان صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 29 سال پیدائشی احمدی، ساکن حلقہ دارالانوار ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 15/ستمبر 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی: چین 2.480 گرام، انگوٹھی 3.250 گرام (تمام زیورات 22 کیریٹ) حق مہر -/73,000 روپئے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: ناصر احمد بٹ | العبد: حبیبہ | گواہ: سید رشید احمد شمیم

مسل نمبر 10394: مَیں عائشہ رانی زوجہ مکرم بوٹا رانا صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 46 سال تاریخ بیعت 2019، ساکن گاؤں ڈفر ڈاکخانہ ڈفر ضلع ہوشیار پور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 2/اگست 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور نقرئی: بالیاں آدھا تولہ، انگوٹھی ایک تولہ۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: انور دین | الامۃ: عائشہ رانی | گواہ: پیار دین

مسل نمبر 10395: مَیں سلمان ولد مکرم بوٹا رانا صاحب، قوم احمدی مسلمان طالب علم عمر 15 سال تاریخ بیعت 2019، ساکن گاؤں ڈفر ڈاکخانہ ڈفر ضلع ہوشیار پور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 2/اگست 2021 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: انور دین | العبد: سلمان | گواہ: پیار دین

مسل نمبر 10396: مَیں صادقہ طاہر زوجہ مکرم طاہر احمد صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 27 سال پیدائشی احمدی، ساکن محلہ دارالفتوح ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 13/اگست 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ حق مہر -/24,000 روپئے بذمہ خاوند۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: طاہر احمد | الامۃ: صادقہ طاہر | گواہ: محمد انور احمد

مسل نمبر 10398: مَیں تمنّا جلیل زوجہ مکرم ایم ناجد احمد صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 19 سال پیدائشی احمدی، ساکن محلہ احمدیہ ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 20/مئی 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ طلائی زیور: 8 رینگز 11.390 گرام، ٹاپس 11.97 گرام، حق مہر بطور طلائی زیورات 13.110 گرام (تمام زیورارت 24 کیریٹ) مزید حق مہر -/41,138 روپئے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: ناجد احمد۔ ایم | الامۃ: تمنّا جلیل | گواہ: ایم۔ ابوبکر

جس طرح سورج ہر روز چڑھتا ہے اس طرح ہمارا ہر دن ہر فرد جماعت کی روحانی ترقی کا سامان کرنے والا ہونا چاہئے

اگر ہر سطح کے عہدیدار اپنی روحانی اصلاح کی طرف توجہ کریں گے اور اپنے نمونے قائم کریں گے تو خدام میں بھی بیداری پیدا ہوگی اور ان کی بھی ترقی ہوگی

سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ یو.کے منعقدہ 18، 19 ستمبر 2021 سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بصیرت افروز خطاب

مجلس خدام الاحمدیہ یو.کے کا سالانہ اجتماع مورخہ 18-19؍ستمبر 2021 کو کنگسلے میں منعقد ہوا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس اجتماع کا تھیم ''دَرود شریف کی برکات'' تجویز فرمایا۔

مورخہ 18؍ستمبر کو صبح دس بجے پرچم کشائی کی تقریب منعقد ہوئی۔ بعدہ مکرم امیر صاحب کی زیر صدارت اجتماع کے افتتاحی اجلاس کا آغاز ہوا۔ تلاوت مکرم طلعت صیام صاحب نے کی۔ بعدہ عہد دہرایا گیا، اسکے بعد نظم مکرم دانش شیخ صاحب نے پڑھی۔ بعد ازاں مکرم امیر صاحب نے افتتاحی خطاب فرمایا۔ دعا کے ساتھ اس نشست کا اختتام ہوا۔ اسکے بعد علمی و ورزشی مقابلہ جات دوپہر تک جاری رہے۔ بعد نماز ظہر و عصر مکرم عبد القدوس عارف صاحب صدر مجلس کی صدارت میں اجلاس منعقد ہوا۔ تلاوت مکرم رضوان بٹ صاحب نے کی۔ اسکے بعد عہد دہرایا گیا، جس کے بعد مکرم اعصام احمد بھٹی صاحب نے نظم پڑھی۔ بعدہ مکرم صدر صاحب نے حاضرین سے خطاب فرمایا۔

بعدہ اجتماع گاہ میں ہی ''خلافت سے عہد'' کے موضوع پر ایک مذاکرہ ہوا۔ اس پروگرام کی میزبانی مکرم عثمان بٹ صاحب مربی سلسلہ نے کی جبکہ مکرم عمران احمد صاحب نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ یو.کے، مکرم ڈاکٹر عزیز حفیظ صاحب چیئرمین ہیومینٹی فرسٹ اور مکرم حافظ اعجاز احمد طاہر صاحب صدر حلقہ اسلام آباد نے بہترین انداز میں مذکورہ موضوع پر مذاکرہ فرمایا اور ایمان افروز واقعات سنائے۔

اجتماع کی سائٹ پر ایک مارکی '' THE HUB'' کے نام سے لگائی گئی تھی۔ اس میں خدام کی دلچسپی اور تفریح کیلئے مختلف نمائشوں اور activities کا انتظام تھا۔ سب سے زیادہ توجہ کا باعث مکرم سید طالع احمد صاحب شہید کے متعلق نمائش تھی۔ '' THE HUB'' میں ہونے والا سب سے مقبول پروگرام شام پانچ بجے منعقد ہوا جس میں سید طالع احمد شہید سے متعلق سنہری اور ایمان افروز یادوں کا تذکرہ کیا گیا۔ اس میں دیگر مہمانان کے علاوہ شہید موصوف کے والد محترم سید ہاشم اکبر احمد صاحب اور آپ کے دو بھائی بھی شامل تھے جنہوں نے سید طالع احمد صاحب کے مختلف اوصاف اور واقعات کا تذکرہ کیا۔

اسکے بعد شام سات بجے اجتماع گاہ میں ایک اور خصوصی نشست ہوئی جس میں مکرم صاحبزادہ مرزا وقاص احمد صاحب نے امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے متعلق بعض ایمان افروز اور خوبصورت یادوں کا تذکرہ کیا۔

اجتماع کے دوسرے روز دوپہر تک علمی و ورزشی مقابلے ہوئے۔ اطفال احمدیہ کے مقابلے بھی ساتھ ہی ہوتے رہے۔

آج حضور انور خطاب کیلئے چار بجکر پندرہ منٹ پر اجتماع گاہ میں تشریف لائے۔ حضور پُرنور کی اقتدا میں نماز ظہر و عصر ادا کی گئی۔ اس کے بعد اختتامی تقریب کا آغاز ہوا۔ تلاوت قرآن کریم مکرم عثمان ادیلائے صاحب نے کی بعد ازاں تمام حاضرین نے حضور انور کی اقتدا میں خدام کا عہد دہرایا۔ عہد کے بعد مکرم طاہر احمد خالد صاحب نے ایک نظم نہایت خوش الحانی سے پیش کی۔ بعدہ مکرم صدر مجلس خدام الاحمدیہ برطانیہ نے اجتماع کی رپورٹ پیش کی۔

اسکے بعد امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حاضرین سے خطاب فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا: اجتماعات کا انعقاد اس لیے بھی ہوتا ہے کہ ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے تمام احمدی جماعت کا سرمایہ ہیں اور ان کی جماعت کے اندر انتہائی اہمیت ہے۔ آپ کو یہ پروگرامز بطور معمول کے نہیں سمجھ لینے چاہئیں۔ آپ کو مسلسل ترقی کی منازل طے کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ایسی جماعت جس کے افراد کے اندر یہ روح پیدا ہو جائے کہ انہوں نے مسلسل ترقی کرنی ہے انہیں اس ترقی کے حصول کی کوشش بھی کرنی چاہئے۔

جس طرح سورج ہر روز چڑھتا ہے اس طرح ہمارا ہر دن ہر فرد جماعت کی روحانی ترقی کا سامان کرنے والا ہونا چاہیے۔ خدام الاحمدیہ کا ماٹو کہ ''قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر ممکن نہیں'' صرف ایک ماٹو نہیں بلکہ یہ ایک Wakeup call ہے۔ اس لیے اس ماٹو کو اجتماع پر بھی نمایاں طور پر آویزاں کیا جاتا ہے تاکہ یہ بات ہمیشہ آپ کے ذہن نشین ہو جائے۔ اس لیے اعلیٰ اخلاق اور روحانی معیار کے حصول ہر ایک کی کوشش ہونی چاہیے۔ مَیں مجلس خدام الاحمدیہ کی انتظامیہ کو بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اگر ہر سطح کے عہدے دار اپنی روحانی اصلاح کی طرف توجہ کریں گے اور اپنے نمونے قائم کریں گے تو بغیر کسی خاص پروگرام منعقد کرنے کے باقی خدام میں بھی بیداری پیدا ہوگی اور ان کی بھی ترقی ہوگی۔

خطاب کے اختتام پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دعا کرائی جس کے بعد حضور انور نے مجلس اطفال الاحمدیہ برطانیہ کی ایک نئی ویب سائٹ www.Salathub.co.uk کا اجرا فرمایا۔

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل ویب سائٹ 19؍ستمبر 2021)

ماضی میں مَیں نے احمدی والدین کو ہدایت دی ہے کہ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ان کے بچے میڈیا پر کیا دیکھ رہے ہیں

اب بچوں کو انٹرنیٹ، یوٹیوب اور دوسری پلیٹ فارم پر بہت نقصان دہ مواد کا سامنا ہے جو اخلاقی لحاظ سے اُنہیں تباہی کی طرف دھکیلنے والا ہوتا ہے

آپ کو ایسے پروگرام کا انتخاب کرنا چاہئے جو اچھا ہے ورنہ آپ خدا تعالیٰ سے دُور ہٹتے جائیں گے

لجنہ اماءِ اللہ یو.کے کے سالانہ اجتماع منعقدہ 25، 26 ستمبر 2021 سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بصیرت افروز خطاب

لجنہ اماء اللہ برطانیہ کا سالانہ اجتماع مورخہ 25 و 26؍ستمبر 2021ء کو بیت الفتوح، مورڈن میں منعقد ہوا۔ مورخہ 25؍ستمبر بروز ہفتہ محترمہ ڈاکٹر فریحہ خان صاحبہ، صدر لجنہ اماء اللہ برطانیہ کی صدارت میں اجتماع کا آغاز تلاوتِ قرآنِ کریم سے ہوا۔ بعد ازاں ممبرات لجنہ اماء اللہ نے محترمہ صدر صاحبہ کے ساتھ عہد دہرایا۔ اس اجلاس میں علمی مقابلہ جات کے علاوہ دو تقاریر ہوئیں۔ پہلی تقریر ''اسلام میں عورت کا مقام'' کے موضوع پر مکرمہ ماریہ Mina Mensa صاحبہ نے کی اور دوسری تقریر مکرمہ Reem Shraiky صاحبہ نے ''اسلام میں عورتوں کے خلاف کیے جانے والے بعض اعتراضات کے جوابات'' کے موضوع پر کی۔ دوپہر تین بجے اگلے اجلاس کا آغاز ہوا۔ اس اجلاس میں مقابلہ شعروشاعری اور مقابلہ کوئز منعقد ہوا۔ جس کے بعد محترمہ صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ برطانیہ نے حاضرین سے خطاب فرمایا۔

دوسرے روز صبح دس بجے اجتماع کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا بعدہ عہد دوہرایا گیا اسکے بعد تلاوت قرآن کریم اور نظم خوانی کے مقابلے ہوئے۔ بعدہ مکرمہ فریدہ بشارت صاحبہ نے 'میثاق مدینہ' کے موضوع پر تقریر کی۔ اسکے بعد مقابلہ شعروشاعری اور مقابلہ فی البدیہہ تقریر منعقد ہوئے۔ ان مقابلہ جات کے بعد AMRA (احمدیہ مسلم ریسرچ ایسوسی ایشن) نے 'موسمیاتی تبدیلی اور ہماری ذمہ داریاں' کے موضوع پر پریزنٹیشن پیش کی۔ اس اجلاس کی آخری تقریر مکرمہ نازلی خان صاحبہ نے 'آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غیر مسلموں کی نظر میں' کے موضوع پر کی۔

اسکے بعد اختتامی تقریب منعقد ہوئی۔ اس تقریب میں شمولیت کیلئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 3 بجکر 48 منٹ پر سٹوڈیو میں رونق افروز ہوئے۔ محترمہ صبیحہ خان صاحبہ نے تلاوت قرآن کریم کی اور اسکا انگریزی ترجمہ پیش کیا۔ بعد ازاں تمام ممبرات نے حضور انور کی اقتدا میں لجنہ کا عہد دوہرایا۔ عہد کے بعد محترمہ رضوانہ احمد صاحبہ نے بہت خوش الحانی کے ساتھ نظم پیش کی۔ بعد ازاں ڈاکٹر فریحہ خان صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ برطانیہ نے اجتماع کی مختصر رپورٹ پیش کی جس کے بعد اجتماع کی کارگزاری پر مشتمل مختصر ویڈیو رپورٹ پیش کی گئی۔

بعدہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے انگریزی زبان میں خطاب فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا: جیسا کہ تمام احمدی جانتے ہیں کہ ہمارے اجتماعات اور جلسوں کے انعقاد کا مقصد شاملین کے روحانی اور اخلاقی معیار کو بہتر کرنا، ان کے دینی علم کو بڑھانا اور ان کے ایمان میں مضبوطی پیدا کرنا ہوتا ہے۔ اگر اجتماع کرتے ہوئے یہ مقاصد مدنظر نہ ہوں تو اجتماع یا ایسے دیگر پروگرام رکھنے کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہتی۔

حضور انور نے فرمایا: ماضی میں میں نے احمدی والدین کو ہدایت دی ہے کہ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ خود بھی اور ان کے بچے بھی میڈیا پر کیا دیکھ رہے ہیں۔ اور اس بات کو یقینی بنائیں کہ وہ دیکھنے کے وقت کو محدود رکھیں۔ لیکن اب دنیا اس خطرہ سے بہت آگے نکل چکی ہے کہ صرف نامناسب مواد ٹی وی پر دیکھا جائے بلکہ اب بچوں کو انٹرنیٹ، یوٹیوب اور دوسری پلیٹ فارمز پر بہت نقصان دہ مواد کا سامنا ہے۔ بچے فون، لیپ ٹاپ اور ٹیبلیٹس پر ایسا مواد دیکھتے ہیں جو اکثر والدین کی نظر سے مخفی ہوتا ہے اور جسے وہ خود بھی کنٹرول نہیں کر سکتے کہ وہ کیا دیکھ رہے ہیں۔ مثلاً اگر وہ ایک ویڈیو سٹریم کر رہے ہیں یا آن لائن گیم کھیل رہے ہیں تو pop up کے اشتہار وقتاً فوقتاً سامنے آ جاتے ہیں جن میں نقصان دہ مواد کی مشہوری ہو رہی ہوتی ہے۔ یا ایسا مواد ظاہر کیا جا رہا ہوتا ہے کہ جو اخلاقی لحاظ سے تباہی کی طرف دھکیلنے والا ہوتا ہے یا عمر کے لحاظ سے مناسب نہیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ دورِ حاضر کی ایجادات میں سے بعض انسان کے لیے فائدہ مند بھی ہیں مثلاً ورزش کرنے کے طریقے۔ لیکن ایسی مصروفیات یا کھیلیں جو انسان اور خدا کے درمیان روک پیدا کریں اور مادیت کی طرف متوجہ کریں ان سے بچنا چاہیے۔ یہ انسان میں بے سکونی پیدا کرنے کا باعث بنتی ہیں۔

حضورِ انور نے فرمایا: میں نے پہلے سوشل میڈیا کا ذکر کیا تھا۔ آپ کو ایسے پروگرام کا انتخاب کرنا چاہیے جو اچھا ہے۔ ورنہ آپ خدا تعالیٰ سے دور ہٹتے جائیں گے۔ احمدی خواتین کو فیشن کے نام پر اپنی زینت نہیں ظاہر کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اپنے بال کو ڈھانکے اور اپنی زینت کی جگہوں کو ڈھانک کر رکھے۔ اگر وہ ایسا نہیں کریں گی تو وہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی کریں گی۔ یاد رکھیں کہ خدا تعالیٰ کے احکامات کی پابندی آپ کو بذات خود بھی سوسائٹی کے خطرات سے محفوظ رکھے گی جو آج کل ظاہر ہو رہے ہیں۔

اپنے خطاب کے اختتام پر حضور انور نے دعا کرائی اور یہ سالانہ اجتماع بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل ویب سائٹ 26؍ستمبر 2021)

......☆......☆......☆......

قرآن مجید کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے

(قرآن مجید کی 26 آیات پر اعتراضات کے جوابات)

محمد حمید کوثر، ناظر دعوت الی اللہ مرکزیہ شمالی ہند قادیان

(قسط:1)

اس روئے زمین پر بسنے والے کروڑوں مسلمانوں کا یہ ایمان و یقین قیامت تک رہے گا کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اور نزول کے دن سے ہی اللہ تعالیٰ نے اسکو اپنی حفظ و امان میں رکھا ہوا ہے اور قیامت تک رکھے گا۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پچھلی چودہ صدیوں میں شیطانی اور طاغوتی طاقتوں نے اس کلام الٰہی میں سینکڑوں مرتبہ شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوششیں کیں اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ حال میں ہی لکھنؤ کے وسیم رضوی نامی ایک شخص نے سپریم کورٹ آف انڈیا میں ایک عرضی داخل کی اور 26 آیات قرآنیہ کو حذف کرنے کا مطالبہ کیا۔ بقول عرضی دہندہ ان آیات میں دہشت گردی اور انتہا پسندی کی تعلیم دی گئی ہے جس سے موجودہ دور میں بعض گروہ نوجوانوں کو دہشت گردی کیلئے ورغلاتے ہیں اور بقول اس کے یہ آیات حضرت محمد ﷺ کی حیات مبارکہ میں قرآن مجید کا حصہ نہ تھیں بلکہ خلفائے راشدین میں سے پہلے تین خلفاء نے ان کو قرآن مجید میں شامل کیا۔

الحمدللہ مؤرخہ 12 اپریل 2021ء کو سپریم کورٹ نے مذکورہ عرضی خارج کردی اور اُس پر اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے پچاس ہزار روپئے (50,000) جرمانہ عائد کردیا۔ چنانچہ اس ضمن میں روزنامہ ہند سماچار میں مؤرخہ 13/اپریل 2021 کو درج ذیل خبر شائع ہوئی:

نئی دہلی، 12 اپریل (یو این آئی): سپریم کورٹ نے سوموار کو قرآن مجید کی 26 آیات کو ہٹانے کی درخواست خارج کردی۔ جسٹس روہنگٹن فالی نریمن کی سربراہی والی بینچ نے اُتر پردیش شیعہ وقف بورڈ کے سابق چیئر مین وسیم رضوی کی درخواست خارج کردی اور ان پر 50,000 روپئے کا جرمانہ عائد کیا۔ جسٹس نریمن نے کہا ''یہ مکمل طور پر غیر سنجیدہ رٹ پٹیشن ہے''۔ کیس کی سماعت کے دوران جسٹس نریمن نے پوچھا کہ کیا درخواست گزار اس درخواست کے بارے میں سنجیدہ ہے؟'' انہوں نے کہا ''کیا آپ درخواست کی سماعت پر اصرار کررہے ہیں؟ کیا آپ واقعی سنجیدہ ہیں؟''

قرآن مجید کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے والے وسیم رضوی کی طرف سے پیش سینئر ایڈووکیٹ آر کے رائے زادہ نے جواب دیا کہ وہ مدرسہ تعلیم کے ضوابط کیلئے اپنی درخواست محدود کر رہے ہیں۔ اسکے بعد اس نے اپنے مؤکل کا موقف پیش کیا، جس سے بینچ مطمئن نظر نہیں آیا اور اس نے 50 ہزار روپئے جرمانہ عائد کرتے ہوئے درخواست خارج کردی۔

خیال رہے رضوی کی عرضی میں کہا گیا تھا کہ ان آیات میں انسانیت کے بنیادی اصولوں کو نظر انداز کیا گیا ہے اور یہ مذہب کے نام پر نفرت، قتل، خون خرابہ پھیلانے والا ہے، اسکے ساتھ ہی یہ آیات دہشت گردی کو فروغ دینے والا ہے۔ رضوی کا یہ بھی کہنا تھا کہ یہ قرآنی آیات مدارس میں بچوں کو پڑھائی جارہی ہیں، جو ان کی بنیاد پرستی کا باعث ہیں درخواست میں کہا گیا ہے کہ قرآن کی ان 26 آیات میں تشدد کی تعلیم دی گئی ہے، ایسی تربیت جو دہشت گردی کو فروغ دیتی ہے اسے روکا جانا چاہئے۔ (ہند سماچار، جالندھر، پنجاب، مؤرخہ 13/اپریل 2021، صفحہ 2،1)

الحمدللہ 26 آیات حذف کروانے کے سلسلہ میں عرضی تو خارج ہوگئی مگر عرضی دہندہ اور اسکے ہمنواؤں نے مذکورہ آیات اور بخاری کی بعض احادیث کے حوالہ سے قرآن مجید کے بارے میں شکوک وشبہات ذرائع ابلاغ کے ذریعہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جس سے بعض غیر مسلموں کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ:

(1) جب ایک مسلمان نے قرآن مجید کے بارے میں تحریف اور تبدیل کرنے کا الزام لگایا ہے تو اس میں سچائی کیا ہے؟

(2) دوسری طرف مسلمانوں کی نئی نسل مسلمان ہونے کے باوجود عرضی دہندہ کے تحریر کردہ اعتراضات کا جواب چاہتی ہے تا کہ وہ اس جواب کی روشنی میں خود کو اور غیر مسلم دوستوں کو قرآن مجید کی صداقت کا قائل کرسکے۔

مذکورہ وجوہات کی بناء پر وسیم رضوی کے تحریر کردہ اعتراضات کے جوابات تحریر کردیئے گئے ہیں۔ اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ان جوابات کو مسلمانوں اور دوسرے مذاہب کے سنجیدہ طبع دوستوں کے دلوں میں پیدا شدہ اوہام کے ازالے کا باعث بنا دے۔ آمین۔ نیز خدائے کریم قرآن مجید کے بارے میں انکے ایمان و ایقان کو مزید تقویت و مضبوطی بخشے۔ آمین۔

اعتراض نمبر 1

رسول اللہ ﷺ جو کہ 632ء میں فوت ہوئے اللہ تعالیٰ نے انہیں انسانیت کیلئے ایک پیغام دیا تھا اور یہ قرآن ان کی زندگی میں نہیں بنا تھا بلکہ آپکے بعد بنایا گیا۔

جواب

ہر سچا اور حقیقی مسلمان یہ یقین و ایمان رکھتا ہے کہ مالک کائنات رب العالمین نے سیدنا محمد ﷺ پر تقریباً 23 سال کے عرصہ میں قرآن مجید نازل فرمایا اور اُسی نازل کرنے والے الٰہ العٰلمین نے اُسی قرآن میں یہ اعلان اور وعدہ ابد تک کیلئے فرما دیا کہ

(1) اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ

(سورۃ الحجر، آیت نمبر 10) ترجمہ: یقیناً ہم نے ہی یہ ذکر اُتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرما دیا کہ میں نے ہی قرآن مجید کو اتارا ہے اور میں ہی اس کا محافظ اور نگہبان رہونگا۔ اور زمین پر رہنے والے کسی انسان کی مجال نہیں کہ وہ اس میں کمی بیشی کردے۔ اس وعدے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی نے یہ جرأت اور جسارت کی کہ قرآن مجید میں کوئی ردّ و بدل کمی یا اضافہ کرے اُسے قادر مطلق خدا قطعاً ایسا نہیں کرنے دیگا اور گزشتہ 14 صدیاں اس پر گواہ اور شاہد ہیں۔

قرآن مجید کے نزول اور جمع کرنے کی تاریخ:

ایک اندازے کے مطابق قرآن مجید کا نزول 24 ناتق (رمضان) بمطابق 20 اگست 610ء کو شروع ہوا اور حضرت محمد ﷺ کی وفات مؤرخہ یکم ربیع الاوّل 11 ہجری بمطابق 26 مئی 632ء تک مختلف اوقات میں نازل ہوتا رہا۔ اس حساب سے آپ کی نبوت کے ایام کی تعداد تقریباً سات ہزار نو صد ستّر (7970) بنتی ہے اور قرآن کریم کے الفاظ کی مجموعی تعداد (77924) بنتی ہے۔ اس حساب سے روزانہ نزول کی اوسط کم وبیش نو (9) الفاظ بنتے ہیں۔ تاریخ سے علم ہوتا ہے کہ بعض اوقات قرآن مجید کی آیات زیادہ نازل ہوتی تھیں اور بعض اوقات کم۔ اور آنحضرت ﷺ کا طریق مبارک تھا کہ جتنی آیات نازل ہوتیں صحابہ کرام کو ساتھ ساتھ زبانی یاد کروادیتے۔ نزول قرآن کی ابتداء سے ہی حضرت جبریلؑ سیدنا حضرت محمد ﷺ کے پاس سے اُس وقت تک نہ جاتے جب تک آپکے حافظے میں نازل شدہ آیات محفوظ اور یاد نہ ہو جاتیں اور جبریلؑ کے جانے کے بعد جب آپ ﷺ اپنے صحابہ کے پاس آتے تو اُن کو نازل شُدہ آیات ساتھ ساتھ یاد کرواتے جاتے اور اس طرح قرآن مجید صحابہ کے حافظہ میں روز اوّل سے ہی محفوظ ہوتا چلا جارہا تھا۔ صحابہ کے سینے اور حافظہ میں جو قرآن مجید جمع اور محفوظ ہوتا رہا وہ تابعین اور تبع تابعین نے اپنے حافظہ اور سینے میں محفوظ کیا اور وہی قرآن مجید نسل در نسل سینہ بہ سینہ آج تک مسلمانوں کے حافظہ میں محفوظ ہے اور ایک کے بعد دوسری نسل میں منتقل ہوتا چلا جارہا ہے۔ تاریخ اسلام میں ذکر ہے سیدنا محمد ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں جو آخری حج فرمایا اس میں تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار (124000) صحابہ تھے اور یہ ایک طبعی اور قدرتی بات ہے کہ اُن میں سے ایک بڑی تعداد ایسے حفاظ کی تھی جن کے حافظہ و سینے میں قرآن مجید محفوظ تھا۔ پھر رمضان المبارک میں تراویح کا سلسلہ شروع ہوا اور رمضان میں ساری دنیا کی بڑی بڑی مساجد میں مکمل قرآن مجید کے حافظ (امام) نمازیوں کو بلند آواز سے قرآن مجید سناتے ہیں اور ایک حافظ امام کے پیچھے کھڑا رہتا ہے تا کہ اگر امام کسی جگہ بھول جائے تو وہ اسکو یاد کرائے۔ تراویح کا یہ تسلسل انڈونیشیا سے لیکر چین اور افریقہ، یورپ اور امریکہ برصغیر، ہندو پاک اور عرب میں جاری اور ساری ہے اور سینہ بسینہ محفوظ قرآن مجید کے پڑھنے میں کہیں بھی کوئی فرق نہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کی سب سے بڑی تصدیق اور سچائی ہے کہ پچھلی چودہ صدیوں میں قرآن مجید سینہ بسینہ نسل بنسل بڑے محفوظ طریق سے منتقل ہوتا چلا آرہا ہے اور اسکی کوئی مثال دنیا کی کسی کتاب میں نہیں ملے گی اور حفاظت کے اس نظام کو نظر انداز کرکے کوئی اعتراض کرنا پرلے درجے کی جہالت کا ثبوت ہوگا۔

قرآن مجید کی حفاظت کا دوسرا طریقہ:

آنحضرت ﷺ کا یہ طریق تھا کہ جو آیات قرآن شریف کی نازل ہوتی جاتی تھیں انہیں ساتھ ساتھ لکھواتے جاتے اور خدائی تفہیم کے مطابق ان کی ترتیب بھی خود مقرر فرماتے جاتے تھے۔ اس بارے میں بہت سی حدیثیں وارد ہوتی ہیں جن میں سے مندرجہ ذیل حدیث بطور مثال کے پیش کی جاسکتی ہے:

عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ عُثۡمَانُ بۡنُ عَفَّان رضی اللہ عنہما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا نَزَلَ علیہ شیئٌ دَعَا بَعۡضَ مَن کَانَ یَکۡتُبُ فیقول ضَعوا ھٰؤُلآءِ الاٰیات فی سو رۃ الَّتی یَذۡ کُرُ فیھا کَذَا وَ کَذَا فَاِذَا نَزَلَتۡ عَلَیۡہ الاٰیۃُ فَیَقُوۡلُ ضَعُوا ھذہِ الاٰیۃ فی السُورۃ الّتی یذ کر فیھا کذا وَ کذا (ترمذی و ابوداؤد و مسند احمد بحوالہ مشکوٰۃ ابواب فضائل قرآن)

یعنی حضرت ابن عباس جو آنحضرت ﷺ کے چچازاد بھائی تھے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان خلیفہ ثالث (جو آنحضرت کے زمانہ میں کاتب وحی رہ چکے تھے) فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ پر جب کچھ آیات اکٹھی نازل ہوتی تھیں تو آپ ﷺ اپنے کاتبان وحی میں سے کسی کو بلا کر ارشاد فرماتے تھے کہ ان آیات کو فلاں سورۃ میں فلاں جگہ لکھو اور اگر ایک ہی آیت اُترتی تھی تو پھر اسی طرح کسی کاتب وحی کو بلا کر اور جگہ بتا کر اسے تحریر کروادیتے تھے۔

جن صحابہ سے کتابت وحی کا کام لیا جاتا تھا اُن کے نام اور حالات تفصیل و تعین کے ساتھ تاریخ میں محفوظ ہیں۔ اُن میں سے زیادہ معروف صحابہ یہ تھے۔ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت زبیر بن العوامؓ، حضرت شرحبیل بن حسنہؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ۔
(فتح الباری، جلد 9، صفحہ 19، وزرقانی، جلد 4، صفحہ 311 تا 326)

اس فہرست سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کو ابتدائے اسلام سے ہی ایک معتبر جماعت قرآنی وحی کے قلمبند کرنے کیلئے میسر تھی اور اس طرح قرآن شریف نہ صرف ساتھ ساتھ تحریر میں آتا گیا تھا بلکہ ساتھ ہی ساتھ اس کی موجودہ ترتیب بھی جو بعض مصالح کے تحت نزول کی ترتیب سے جدا رکھی گئی ہے قائم ہوتی گئی تھی۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد جبکہ نزول قرآن مکمل ہو چکا تھا حضرت ابوبکرؓ خلیفہ اوّل نے حضرت عمرؓ کے مشورہ سے حضرت زید بن ثابت انصاری کو جو آنحضرت ﷺ کے کاتب وحی رہ چکے تھے حکم فرمایا کہ وہ قرآن شریف کو ایک باقاعدہ مصحف کی صورت میں اکٹھا کروا کر محفوظ کردیں۔ چنانچہ زید بن ثابتؓ نے بڑی محنت کے ساتھ ہر آیت کے متعلق زبانی اور تحریری ہر دو قسم کی پختہ شہادت مہیّا کرکے اسے ایک باقاعدہ مصحف کی صورت میں اکٹھا کردیا۔
(بخاری کتاب فضائل القرآن باب کتاب النبی اللہ ﷺ)

اسکے بعد جب اسلام مختلف ممالک میں پھیل گیا تو پھر حضرت عثمانؓ خلیفہ ثالث کے حکم سے زید بن ثابتؓ کے یکجا کردہ نسخہ کے مطابق قرآن شریف کی متعدد مستند کاپیاں لکھوا کر تمام اسلامی ممالک میں بھجوا دی گئیں۔
(بحوالہ بخاری کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن، فتح الباری جلد 9 صفحہ 18-17)

حفاظت کے اس دوسرے طریق کے بعد معترض کے اعتراض کا کھوکھلا پن اور بے بنیاد ہونا واضح اور ثابت ہے اور یہ کہنا کہ قرآن مجید کی کتاب بعد میں بنائی گئی انتہائی حیرت انگیز ہے اور کم علمی کا ثبوت ہے۔ معترض کو علم ہونا چاہئے کہ لفظ کتاب (کَتَبَ، یَکۡتُبُ، کِتَابًا) سے ماخوذ ہے اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ کی ابتداء میں ہی ہر قرآن پڑھنے والے کو یہ نوید سنادی ''ذالك الكتاب'' کہ یہ وہ کتاب ہے۔ معترض کو چاہئے لفظ کتاب پر غور کرے اگر یہ کتاب تحریر شدہ سیدنا محمد ﷺ کے عہد مبارک میں موجود نہ تھی تو اُس وقت منافقین اور مخالفین اسلام جو مدینہ میں ہی موجود تھے یہ سوال اُٹھاتے کہ جس کلام الٰہی کو کتاب کہا جارہا ہے وہ ہے کہاں؟ وہ کتابی شکل میں ہمیں نظر نہیں آتی۔ اُن کے سکوت سے واضح ہے کہ اس وقت کے مروجہ طریق کے مطابق قرآن مجید تحریری شکل میں موجود تھا۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ اللہ نے اعلان فرمایا لَارَیۡبَ فِیۡہِ یہ جو کتاب ہے اس میں شک کی نہ کوئی گنجائش ہے اور نہ کوئی خدشہ اور نہ کوئی امکان۔ اے قرآن پڑھنے والے پورے یقین اور اطمینان سے اسکو پڑھ اور اسکا مطالعہ کر۔ ان سارے امکانی اعتراضات کا اللہ تعالیٰ نے ابتدائی دو الفاظ میں ازالہ فرمادیا ہے۔ (باقی آئندہ)

......☆......☆......

نماز جنازہ غائب

(قسط دوم)

(نوٹ: پہلی قسط مورخہ 23/ستمبر 2021 شمارہ نمبر 38 میں شائع ہوئی ہے)

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے امسال جلسہ سالانہ یو.کے 2021 پر تیسرے روز نماز ظہر و عصر کے بعد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد کی روشنی میں کہ ’’اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کیلئے دعائے مغفرت کی جائے گی‘‘ 209 مرحومین کی نماز جنازہ غائب پڑھائی تھی۔ان میں سے مزید 36 مرحومین کا مختصر ذکر ذیل میں پیش ہے:

(36) **مکرم شیخ محمد سعید صاحب (کینیڈا)** 6/ مارچ 2020ء کو وفات پاگئے۔آپ شیخ ناصر احمد صاحب شہید آف اوکاڑہ کے چھوٹے بھائی تھے۔مرحوم موصی تھے۔

(37) **عزیزہ امتہ المقیت بنت مکرم افتخار احمد صاحب (دارالعلوم جنوبی حلقہ حمید ربوہ)** 7/ مارچ 2020ء کو وفات پاگئیں۔مرحومہ نصرت جہاں کالج میں سیکنڈ ایئر کی طالبہ تھیں۔نہایت ذہین اور خوش طبیعت ہونے کی وجہ سے اپنی کلاس فیلوز میں مقبول تھیں اور وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل تھیں۔مرحومہ خدا کے فضل سے موصیہ تھیں۔

(38) **مکرمہ وسیمہ صاحبہ بنت مکرم شیخ نواب دین صاحب مرحوم (سابق ہیڈ مسٹریس مریم گرلز ہائی اسکول و طاہر پرائمری اسکول ربوہ)** 9/مارچ 2020 کو وفات پاگئیں۔ مرحومہ خدمت کیلئے ہر وقت کمر بستہ رہتیں۔ دونوں اسکولوں میں وقف کے جذبے سے بہت محنت اور اخلاص سے کام کیا۔مرحومہ موصیہ تھیں۔

(39) **مکرم جمشید علی بٹ صاحب ابن مکرم انصار احمد بٹ صاحب (وہاڑی شہر)** 11/ مارچ 2020 کو وفات پاگئے۔مرحوم موصی تھے۔مقامی سطح پر قائد خدام الاحمدیہ اور سیکرٹری تحریک حدید کے علاوہ بعض اور عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی۔

(40) **مکرمہ پروین اختر صاحبہ اہلیہ مکرم فضل احمد طاہر صاحب (ہمبرگ، جرمنی)** 18/ مارچ 2020 کو وفات پاگئیں۔صوم وصلوۃ کی پابند ایک نیک اور دعا گو خاتون تھیں۔مرحومہ موصیہ تھیں۔آپ مکرم امتیاز احمد صاحب شاہین (مربی سلسلہ فرینکفرٹ جرمنی کی تائی تھیں۔

(41) **مکرم محمد نواز صاحب ابن مکرم عطا اللہ صاحب (لندن)** 20/ مارچ 2020ء کو وفات پاگئے۔مرحوم اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ایک نیک مخلص اور باوفا انسان تھے۔

(42) **مکرمہ حمیدہ عفت محمود صاحبہ اہلیہ مکرم محمود احمد صاحب برمی (یو.کے)** 22/ مارچ 2020ء کو وفات پاگئیں۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت سیٹھی غلام نبی صاحبؓ کی نواسی تھیں۔اللہ کے فضل سے موصیہ تھیں۔

(43) **مکرمہ ثمینہ حبیب صاحبہ اہلیہ کرم شبیب حنیف صاحب (ترو وندرم، کیرالہ)** 24/ مارچ 2020ء کو وفات پاگئیں۔مرحومہ پی پی ناصر الدین صاحب (نائب امیر جماعت احمدیہ کنور ٹاؤن کی بیٹی تھیں۔صوم وصلوۃ کی پابند اور باقاعدگی سے قرآن کریم کی تلاوت کرنے والی ایک نیک اور مخلص خاتون تھیں۔

(44) **مکرم محمد حنیف ڈوگر صاحب ابن مکرم محمد بوٹانا صاحب (پاکستان)** 25/ مارچ 2020ء کو وفات پاگئے۔مرحوم مکرم ریاض احمد ڈوگر صاحب (مربی سلسلہ تنزانیہ) کے چچا اور مکرم وقار احمد صاحب (مربی سلسلہ قزاقستان) کے سسر تھے۔

(45) **مکرم بشیر احمد صاحب ابن مکرم حکیم صدر دین صاحب (چک 208 گ ب، فیصل آباد)** 27/ مارچ 2020ء کو وفات پاگئے۔مرحوم موصی تھے۔مقامی سطح پر صدر جماعت کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔مطالعہ کتب اور تبلیغ کا بہت شوق تھا۔

(46) **مکرم مرزا مسیح احمد صاحب (جرمنی)** 28/ مارچ 2020 کو وفات پاگئے۔آپ کرم ہبتہ الرحمن صاحب (انچارج مرکزی خدام سیکشن یو.کے کے خالہ زاد بھائی تھے۔

(47) **مکرمہ سیدہ ہاجرہ شفقت صاحبہ اہلیہ مکرم سید شبیر علی شاہ صاحب (ایڈیلیڈ، آسٹریلیا)** 28/ مارچ 2020 کو وفات پاگئیں۔مرحومہ مکرم سید شمشاد احمد صاحب ناصر (مربی سلسلہ امریکہ) کی چچی اور مکرم مبارز حسن بلوچ صاحب (مربی سلسلہ جرمنی کی نانی نیز مکرم حافظ مشہود احمد صاحب (استاد جامعہ احمدیہ یو.کے) کی پھوپھی تھیں۔

(48) **مکرم چوہدری بشیر احمد ورک صاحب (گروس گیراؤ، جرمنی)** 28/ مارچ 2020 کو وفات پاگئے۔مرحوم موصی تھے۔پنجوقتہ نمازوں کے پابند، چندہ جات میں باقاعدہ ایک نیک اور مخلص انسان تھے۔

(49) **مکرمہ امتہ الحئی صاحبہ اہلیہ کرم چوہدری محمد یوسف صاحب مرحوم (لاہور)** 31/ مارچ 2020 کو وفات پاگئیں۔مرحومہ موصیہ تھیں۔آپ حضرت چوہدری امین اللہ صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہو تھیں۔آپکا نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے پڑھایا تھا۔پنجوقتہ نمازوں کی پابند، تہجد گزار، مہمان نواز، نظام جماعت کا احترام کرنے والی ایک نیک اور باوفا خاتون تھیں۔

(50) **مکرم خواجہ اقبال بٹ صاحب ابن مکرم خواجہ عبد الرحمن صاحب (سیالکوٹ شہر)** 31 /مارچ 2020 کو وفات پاگئے۔آپ نے بطور قاضی ضلع سیالکوٹ خدمت کی توفیق پائی۔

(51) **مکرم لئیق احمد بسرا صاحب واپڈا اوالے (عظیم پارک ناصر آباد جنوبی ربوہ)** 2/اپریل 2020 کو وفات پاگئے۔محلہ کی سطح پر سیکرٹری جائیداد، سیکرٹری رشتہ ناطہ اور سیکرٹری دعوت الی اللہ کے علاوہ منتظم مال انصار اللہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔خدمت دین کے ساتھ ساتھ خدمت خلق کے کاموں میں بھی پیش پیش رہتے تھے۔

(52) **مکرم غلام عباس بلوچ صاحب (برنگھم، یو.کے)** 3/اپریل 2020 کو وفات پاگئے۔مرحوم نے صدر حلقہ اور سیکرٹری مال کے علاوہ بعض اور جماعتی عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی۔1993 سے 1998 تک جرمنی اور بعد ازاں لندن اور برنگھم میں بھی مختلف خدمات بجالاتے رہے۔مرحوم موصی تھے۔

(53) **مکرم ملک حشمت اللہ صاحب (Chicago، امریکہ)** 5/اپریل 2020 کو وفات پاگئے۔آپ مکرم ملک صلاح الدین صاحب مرحوم درویش قادیان کے چھوٹے بھائی تھے۔آپ جماعت کے فعال ممبر تھے اور باقاعدگی سے جماعتی پروگراموں میں شامل ہوتے تھے۔

(54) **مکرم بشارت احمد صاحب شاہد ابن مکرم فضل دین صاحب مرحوم (حلقہ راجگڑھ، لاہور)** 5/اپریل 2020ء کو وفات پاگئے۔آپ نے مقامی جماعت میں سیکرٹری مال کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔مرحوم موصی تھے۔

(55) **مکرم ملک منور احمد صاحب ابن مکرم ملک مبارک احمد صاحب (یو.کے)** 10/اپریل 2020ء کو وفات پاگئے۔مرحوم حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی حضرت ماسٹر عبد العزیز صاحب سیالکوٹی کے پڑپوتے تھے۔ مرحوم کو جماعت کی خدمت کا بہت شوق تھا۔اپنے حلقہ مورڈن میں تبلیغ کے کاموں سے وابستہ رہے۔

(56) **مکرمہ اقبال بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری نذیر احمد گھمن صاحب (جرمنی)** 12/اپریل 2020ء کو وفات پاگئیں۔ تین مربیان مکرم عزیز احمد گھمن صاحب، مکرم منصور احمد گھمن صاحب اور مکرم حسیب احمد گھمن صاحب کی دادی تھیں۔

(57) **مکرم محمد حسین صابر صاحب ابن مکرم غلام محمد صاحب (راولپنڈی)** 17/اپریل 2020 کو وفات پاگئے۔مرحوم موصی تھے۔مرحوم نے 1982 میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے دور خلافت میں بیعت کی تھی۔

(58) **مکرم نیاز احمد مسعود صاحب (بہاولپور)** 18/ اپریل 2020ء کو وفات پاگئے۔مرحوم موصی تھے۔

(59) **مکرم نعیم رحمت اللہ صاحب (امریکہ)** 20/اپریل 2020 کو وفات پاگئے۔آپ جماعت کی مرکزی ویب سائٹ alislam.org کے انچارج مکرم نسیم رحمت اللہ صاحب (آف امریکہ) کے بھائی تھے۔

(60) **مکرم عبد الغنی صاحب (دار الرحمت شرقی الف، ربوہ)** 22/اپریل 2020ء کو وفات پاگئے۔آپ مکرم عبد الرشید انور صاحب مربی سلسلہ واستاذ جامعہ کینیڈا کے والد تھے۔مرحوم موصی تھے۔

(61) **مکرمہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم صوفی بشیر الدین خان صاحب مرحوم (لندن)** 27/اپریل 2020ء کو وفات پاگئیں۔مرحومہ موصیہ تھیں۔صوم وصلوۃ کی پابند اور باقاعدگی سے قرآن کریم کی تلاوت کرنے والی ایک نیک خاتون تھیں۔

(62) **مکرم خواجہ حفیظ احمد صاحب ابن مکرم میاں غلام احمد صاحب (اسلام آباد)** 30/اپریل 2020 کو وفات پاگئے۔مرحوم موصی تھے۔وفات سے قبل بطور صدر حلقہ خدمت بجالا رہے تھے۔

(63) **مکرمہ ریحانہ قمر صاحبہ (کیلگری، کینیڈا)** یکم مئی 2020ء کو وفات پاگئیں۔آپ کے خاندان میں احمدیت آپ کی والدہ کے چچا مکرم حضرت پروفیسر علی احمد صاحب بھاگلپوری کے ذریعہ 1908ء میں آئی۔1986ء میں آپ کے خاوند مکرم سید قمر الحق صاحب کو سکھر میں شہید کر دیا گیا تھا۔

(64) **مکرمہ رفیعہ رامہ کریم صاحبہ اہلیہ مکرم عبد الکریم صاحب (شکاگو، امریکہ)** 3/مئی 2020 کو وفات پاگئیں۔محترم میاں عبد الحق رامہ صاحب مرحوم (سابق ناظر بیت المال ربوہ وسابق ڈپٹی کنٹرولر جنرل ملٹری اکاؤنٹس حکومت پاکستان کی بیٹی تھیں۔

(65) **مکرمہ امتہ الحفیظ صاحبہ بنت مکرم مولوی تاج الدین صاحب (دار الرحمت وسطی ربوہ)** 3/مئی 2020 کو وفات پاگئیں۔مرحومہ موصیہ تھیں۔صوم وصلوۃ کی پابند، جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والی ہمدرد، ملنسار اور مہمان نواز خاتون تھیں۔

(66) **مکرم مبشر لطیف احمد صاحب ابن مکرم شیخ امیر احمد صاحب (ٹورانٹو، کینیڈا)** 5/مئی 2020 کو وفات پاگئے۔مرحوم موصی تھے۔سانحہ لاہور مئی 2010 کے موقعہ پر حملہ کے وقت مسجد ماڈل ٹاؤن میں موجود تھے اور محض خدا کے فضل سے محفوظ رہے۔بعد ازاں کینیڈا شفٹ ہو گئے تھے۔

(67) **مکرمہ نصیرہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری ناصر احمد ساہی صاحب (حال ندیم آباد ڈسکہ ضلع سیالکوٹ)** 8/مئی 2020 کو وفات پاگئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔آپ حضرت چوہدری محمد خان وڑائچ صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیٹی تھیں۔جلسہ سالانہ ربوہ میں باقاعدگی سے شمولیت کرتی تھیں۔جماعتی مہمانوں کی بہت خوش دلی سے مہمان نوازی کرتی تھیں۔خلافت سے غیر معمولی اخلاص اور وفا کا تعلق تھا۔

(68) **مکرمہ نسیم اختر صاحبہ اہلیہ مکرم حاجی ولایت خان صاحب (معلم وقف جدید ارشاد، ربوہ)** 9/مئی 2020ء کو وفات پاگئیں۔مرحومہ موصیہ تھیں۔خدا کی راہ میں خرچ کرنے، چندہ جات کی بروقت ادائیگی اور غریبوں کی مالی امداد میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔اپنے حلقہ دار الیمن غربی میں لجنہ کے کاموں میں شرکت کرتی رہیں۔

(69) **مکرم محمد زکریا داؤد صاحب چینی ابن مکرم محمد یوسف چینی صاحب مرحوم (دار الصدر شمالی، حال جرمنی)** 11/مئی 2020ء کو وفات پاگئے۔آپ کے والد کا تعلق شنگھائی چین سے تھا جو پیدائشی طور پر مسلمان تھے۔مرحوم کو جرمنی میں مقامی اور ریجن کی سطح پر مختلف جماعتی خدمتوں کی توفیق ملی۔مرحوم موصی تھے۔آپ مکرم حافظ سعید الرحمن صاحب (مربی سلسلہ، رشین ڈیسک کے برادر نسبتی تھے۔

(70) **مکرم عطا الحق بٹ صاحب ابن مکرم نور الحق بٹ صاحب (گوجرہ، ضلع فیصل آباد)** 15/مئی 2020ء کو وفات پاگئے۔مرحوم موصی تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام، خلافت اور نظام جماعت کیلئے بہت غیرت رکھتے تھے۔

(71) **مکرمہ امتہ الرشید صاحبہ اہلیہ مرزا سلطان بیگ صاحب (ہنسلو، یو.کے)** 15/مئی 2020ء کو وفات پاگئیں۔ مرحومہ مکرم مرزا عبد الرشید صاحب (سیکرٹری ضیافت یوکے) کی بڑی ہمشیرہ تھیں۔ (باقی آئندہ)

......☆......☆......☆......

Ahmad Travels Qadian

Foreign Exchange-Western Union
Money Gram-X Press Money
Holidays, Air Ticket, Rail, Cars, Buses
Contact : 9815665277
Propritor : Nasir Ibrahim
(Ahmadiyya Chowk, Qadian, India)

IMPERIAL GARDEN FUNCTION HALL

a desired destination for
royal weddings & celebrations.
2 - 14 -122 / 2 - B , Bushra Estate
HYDRABAD ROAD, YADGIR - 585201
Contact Number : 09440023007, 08473296444

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں لڑی جانے والی جنگوں نمارق، سقاطیہ، باروسما، جنگِ جسر اور ان میں فتوحات کا ایمان افروز تذکرہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 16 / جولائی 2021 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال حضرت عمرؓ کا دورِ خلافت کتنے عرصہ پر محیط تھا؟

جواب حضرت عمرؓ کا دورِ خلافت تقریباً ساڑھے دس سال پر محیط تھا۔

سوال حضرت عمرؓ کے مفتوحہ علاقوں کا کل رقبہ کتنا تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت عمرؓ کے مفتوحہ علاقوں کا کل رقبہ بائیس لاکھ اکاون ہزار تیس مربع میل بنتا ہے۔ مفتوحہ علاقوں میں شام، مصر، ایران، عراق، خوزستان، آرمینیا، آذربائیجان، فارس، کرمان، خراسان اور مکران کے علاقے شامل ہیں۔

سوال ایران و عراق میں جاری جنگوں کے بارے میں حضور انور نے کیا بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت ابوبکرؓ کے دَور میں اہلِ فارس کے ساتھ جنگ جاری تھی کہ اس دوران حضرت ابوبکرؓ بیمار ہو گئے جس کی وجہ سے اسلامی افواج کو پیغامات موصول ہونے میں تاخیر ہو رہی تھی۔ حضرت مُثنّیٰ اسلامی فوج میں اپنے نائب مقرر کر کے مدینہ پہنچے اور حضرت ابوبکرؓ کو واقعات کی اطلاع دی۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو بلایا اور وصیت فرمائی کہ اے عمرؓ! میں جو کچھ کہتا ہوں اسے غور سے سنو پھر اس پر عمل کرنا۔ آج سوموار کا دن ہے مَیں توقع کرتا ہوں کہ مَیں آج ہی فوت ہو جاؤں گا اگر میں فوت ہو جاؤں تو شام ہونے سے قبل لوگوں کو جہاد کی ترغیب دے کر مُثنّیٰ کے ساتھ بھیج دینا اور اگر میری وفات رات تک مؤخر ہو جائے تو صبح سے پہلے مسلمانوں کو جمع کر کے مُثنّیٰ کے ساتھ کر دینا۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے مسندِ خلافت پر متمکن ہوتے ہی اس وصیت کی تعمیل میں حضرت ابوبکرؓ کی تدفین سے اگلے روز لوگوں کو جمع کیا اور اس جوش سے تقریر کی کہ حاضرین کے دل دہل گئے اور لوگوں کی ایمانی حرارت جوش میں آئی۔ اسلامی فوج کی کمان حضرت مُثنّیٰ بن حارثہؓ کر رہے تھے وہ بھی مدینہ میں موجود تھے۔ آپ نے بھی ایک ولولہ انگیز تقریر کی۔ یہ ساری تقریریں سننے کے بعد اب مدینہ اور اس کے نواح سے عراقی جنگوں میں شمولیت کیلئے مجاہدین کا لشکر تیار ہوا۔ حضرت عمرؓ نے ابوعُبَید ثقفی کو لشکر کا امیر مقرر فرمایا۔

سوال جنگِ نمارِق کے متعلق حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے کیا بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایرانی دربار رؤساء اور امراء کے باہمی مناقشات اور اختلافات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا کہ ایک نئی اور زبردست شخصیت کا ظہور ہوا جو خراسان کے گورنر فَرُّخ زَادْ کے بیٹے رستم کی تھی۔ رستم ایک بہادر اور صاحب تدبیر انسان تھا۔ اس نے عنان قیادت ہاتھ میں لیتے ہی مسلمانوں کے مفتوحہ علاقوں میں اپنے کارندے بھجوا کر بغاوت کروا دی اور فرات کے ملحقہ اضلاع میں مسلمانوں کے خلاف سخت جوش بھر دیا اور حضرت مُثنّیٰ کے مقابلہ کیلئے ایک لشکر روانہ کیا۔ ان حالات کو دیکھ کر حضرت مُثَنّیٰ نے کچھ پیچھے ہٹ جانا مناسب سمجھا اور حِیرہ کو چھوڑ کر خَفَّانْ آ کر قیام پذیر ہو گئے۔ رستم برابر فوجی سرگرمیوں میں مشغول تھا۔ اس نے زبردست لشکر تیار کر کے دو مختلف راستوں سے مسلمانوں کے مقابلے کیلئے روانہ کیے۔ ایک لشکر جَابَانْ کی سرکردگی میں تھا جو مقام نَمارِق میں اترا اور دوسرا لشکر نَرْسِیْ کی سرکردگی میں کَسکَرْ کی طرف روانہ کیا گیا۔

حضرت ابوعُبَید نے لشکر کی تنظیم کی۔ رسالہ حضرت مُثنّیٰ کی سرکردگی میں دیا۔ میمنہ کی کمان وَاثِقْ بِنْ جِیْدَارَہ کو دی اور مَیْسَرہ کا کمانڈر عَمرو بن هَیثَم کو مقرر کیا۔ نمارق میں گھمسان کی لڑائی ہوئی اور ایرانی لشکر کو شکست ہوئی۔

سوال جنگِ نمارِق میں مسلمانوں نے اسلامی اخلاق کا کونسا اعلیٰ نمونہ دکھایا؟

جواب نَمارِق کے مقام پر زبردست معرکہ ہوا اور ایرانی لشکر نے شکست کھائی۔ ایرانی لشکر کا سپہ سالار جَابَانْ زندہ گرفتار کر لیا گیا مگر مَطَر بن فِضَّہ جنہوں نے جَابَانْ کو گرفتار کیا تھا اسے پہچانتے نہ تھے۔ جَابَانْ نے ان کی لاعلمی سے فائدہ اٹھا کر ان کو فدیہ دیا اور رہائی حاصل کر لی۔ کچھ دیر بعد مسلمانوں نے دوبارہ جَابَانْ کو گرفتار کر لیا اور حضرت ابوعُبَید کے پاس لائے اور آپ کو بتایا کہ جَابَانْ کو ایرانی لشکر میں کیا پوزیشن حاصل ہے مگر حضرت ابوعُبَید نے یہ برداشت نہ کیا کہ ایک شخص جس کو ایک مسلمان سپاہی ایک دفعہ فدیہ لے کر رہا کر چکا ہے دوبارہ قیدی بنا لیا جائے۔

سوال معرکہ سَقاطِیَہ کے متعلق حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے کیا بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: معرکہ سَقاطِیَہ تیرہ ہجری میں ہوا۔ نَمارِق کے معرکہ سے شکست کھا کر ایرانی لشکر کَسکَرْ کی طرف بھاگا جہاں ایرانی کمانڈر نَرْسِیْ پہلے سے ایک لشکر جرّار لیے ہوئے مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے تیار تھا۔ ابوعُبَید اس کے مقابلے کیلئے کَسکَرْ کی طرف بڑھے۔ نَرْسِیْ ایرانی اراکین سلطنت میں خاص امتیاز رکھتا تھا۔ ایرانی دربار کو نَمارِق میں شکست کی خبر پہنچ چکی تھی اور رستم نَرْسِیْ کیلئے مزید امدادی افواج کے بھجوانے کا بندوبست کر رہا تھا کہ حضرت ابوعُبَید نے اپنی فوج کی نقل و حرکت کو تیز کرتے ہوئے نَرْسِیْ کے لشکر کو اس کی امدادی فوج کے آنے سے قبل ہی کَسکَرْ کے نشیبی علاقوں میں جا لیا اور سَقاطِیَہ کے مقام پر اس پر حملہ کر دیا۔ سَقاطِیَہ کے میدان میں ایک زبردست معرکہ کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

سوال جنگِ بَارُوسَمَا کے متعلق حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے کیا بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: یہ بھی تیرہ ہجری کی ہے۔ بَارُوسَمَا کَسکَرْ اور سَقاطِیَہ کے درمیان ایک مقام تھا جہاں پر ایرانی جرنیل جَالِیْنُوس سے مقابلہ ہوا جو جَابَانْ کی مدد کیلئے آیا تھا۔ جالینوس بَارُوسَمَا کے علاقے میں بَاقُسْیَاثَا کے مقام پر لشکر انداز ہوا۔ ابوعُبَید بَاقُسْیَاثَا پہنچے اور مختصر سی لڑائی کے بعد ایرانی افواج نے شکست کھائی اور جالینوس میدان سے بھاگ کھڑا ہوا اور ابوعُبَید نے وہاں قیام کر کے اردگرد کے علاقوں پر مکمل قبضہ کر لیا۔

سوال جنگ جسر کے بارے میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے کیا بیان فرمایا؟

جواب سب سے بڑی اور ہولناک شکست جو اسلام کو پیش آئی وہ جنگ جِسر تھی۔ ایرانیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کا لشکر گیا۔ ایرانی سپہ سالار نے دریا پار اپنے مورچے بنائے اور مسلمانوں کا انتظار کیا۔ اسلامی لشکر نے جوش میں بڑھ کر ان پر حملہ کیا اور دھکیلتے ہوئے آگے نکل گئے مگر یہ ایرانی کمانڈر کی چال تھی۔ اس نے ایک فوج بازو سے بھیج کر پل پر قبضہ کر لیا اور تازہ حملہ مسلمانوں پر کر دیا۔ مسلمان مصلحتاً پیچھے لوٹے مگر دیکھا کہ پل پر دشمن کا قبضہ ہے۔ گھبرا کر دوسری طرف ہوئے تو دشمن نے شدید حملہ کر دیا اور مسلمانوں کی بڑی تعداد دریا میں کودنے پر مجبور ہو گئی اور ہلاک بھی ہو گئی۔ مسلمانوں کا یہ نقصان ایسا خطرناک تھا کہ مدینہ تک اِس سے ہل گیا۔

سوال جنگِ جسر سے قبل حضرت ابوعُبَیدؓ کی بیوی دَوْمہ نے کیا خواب دیکھا تھا؟

جواب حضرت ابوعُبَیدؓ کی بیوی دَوْمہ نے خواب دیکھا کہ ایک شخص آسمان سے ایک برتن میں جنت کا ایک مشروب لایا جس کو حضرت ابوعُبَید اور جَبْر بن ابوعُبَید نے پیا ہے۔ اسی طرح ان کے خاندان کے چند لوگوں نے بھی پیا ہے۔ دَوْمہ نے یہ خواب اپنے شوہر سے بیان کی۔ حضرت ابوعُبَیدؓ نے کہا کہ اس خواب کی تعبیر شہادت ہے۔

سوال حضرت ابوعبیدؓ کی شہادت کے متعلق حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے کیا بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جنگ کے دوران جب بَہْمَن جَاذْوَیہ نے اپنی فوج کو منتشر ہوتے دیکھا تو اس نے ہاتھیوں کو آگے بڑھانے کا حکم دیا۔ ہاتھیوں کے آگے بڑھنے سے مسلمانوں کی صفیں بے ترتیب ہو گئیں اور اسلامی لشکر ادھر ادھر ہٹنے لگا۔ حضرت ابوعُبَیدؓ نے مسلمانوں کو کہا کہ اے اللہ کے بندو! ہاتھیوں پر حملہ کرو اور ان کی سونڈیں کاٹ ڈالو۔ حضرت ابوعُبَیدؓ یہ کہہ کر خود آگے بڑھے اور ایک ہاتھی پر حملہ کر کے اس کی سونڈ کاٹ ڈالی۔ باقی اسلامی لشکر نے بھی یہ دیکھ کر تیزی سے لڑائی شروع کر دی اور کئی ہاتھیوں کی سونڈیں اور پاؤں کاٹ کر ان کے سواروں کو قتل کر دیا۔ اتفاق سے حضرت ابوعُبَیدؓ ایک ہاتھی کے سامنے آ گئے۔ آپ نے وار کر کے اسکی سونڈ کاٹ دی مگر آپ اس ہاتھی کے پاؤں کے نیچے آ گئے اور دب کر شہید ہو گئے۔

سوال خطبہ جمعہ کے آخر پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے کن مرحومین کا ذکر خیر فرمایا اور نماز جنازہ غائب ادا کی؟

جواب خطبہ جمعہ کے آخر پر حضور انور نے مکرم فتحی عبدالسلام صاحب، مکرمہ رضیہ بیگم صاحبہ، محترمہ سائرہ سلطان صاحبہ، مکرمہ غصون المعضمانی صاحبہ کے اوصافِ حمیدہ بیان فرمائے اور نماز جنازہ ادا کئے جانے کا اعلان فرمایا۔☆

سفر کرتے وقت ہمیشہ تقویٰ پیش نظر رہنا چاہئے

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! میں سفر پر روانہ ہونا چاہتا ہوں مجھے زادراہ عطا کیجئے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے تقویٰ کی زادراہ عطا کرے

قرآن و حدیث کے حوالہ سے سفر کے آداب پر مشتمل حضور انور کا بصیرت افروز خطبہ جمعہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 25 / جون 2004 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال سفر کرتے وقت حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے کن باتوں کو مدنظر رکھنے کی ہدایت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: سفر کرتے وقت ہمیشہ یہ پیش نظر رہنا چاہئے اور اس بات کا خاص خیال رکھا جانا چاہئے کہ اب دنیاوی سہولتیں اور آسانیاں جو میسر آ گئی ہیں، کہیں تقویٰ سے دور نہ کر دیں۔ اگر اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارتے رہیں گے تو تقویٰ میں ترقی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا قرب پاتے ہوئے، دینی اور دنیاوی دونوں میدانوں میں آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔

سوال سفر کے لحاظ سے ایک احمدی کی ہمیشہ کیا خصوصیت رہی ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: احمدی کی ہمیشہ سے یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہ دین کی خاطر بھی سفر کرتا ہے۔ اجتماعوں پر، جلسوں پر خاص اہتمام کے ساتھ عموماً احمدی بڑے ذوق اور شوق سے آتے ہیں اور آج آپ میں سے بہت بڑی تعداد اس لئے سفر کر کے یہاں آئی ہے، کچھ لوگ آ رہے ہیں کینیڈا کے مختلف شہروں سے بھی اور امریکہ سے بھی، کہ اگلے جمعہ کو جو یہاں کینیڈا میں جلسہ ہو رہا ہے اس میں شمولیت اختیار کریں۔ یہ سفر آپ کا خالصتاً اللہ تعالیٰ کی خاطر ہونا چاہئے۔ تقویٰ ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہئے۔

سوال سفر کے لئے سب سے بہترین زادراہ کیا ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! میں سفر پر روانہ ہونا چاہتا ہوں مجھے زادراہ عطا کیجئے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے تقویٰ کی زادراہ عطا کرے۔

سوال ایک شخص جب سفر پر جانے لگا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں سفر پر جانا چاہتا ہوں آپ مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ جب بھی بلندی پر چڑھو تکبیر کہو، وہ آدمی واپس ہوا تو آپؐ نے دعا کی کہ اے اللہ! اس کی دوری کو لپیٹ دے۔ یعنی اس کا سفر آسان کر دے اور طے کر دے۔

سوال سفر شروع کرتے وقت کیا دُعا کرنی چاہئے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جب سواری پہ بیٹھ جائیں تو تین بار تکبیر کہتے ہوئے یہ دعا مانگو سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ۔ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے اسے ہمارے تابع فرمان کیا حالانکہ ہم اسے قابو میں رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے

تھے۔ اور ہم اپنے رب کی طرف ہی جانے والے ہیں۔

سوال سفر میں امیر مقرر کرنے کے متعلق حضور انور نے کونسی روایت بیان فرمائی؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب تین آدمی سفر پر جائیں تو اپنے میں سے کسی ایک کو اپنا امیر مقرر کر لیں۔

سوال سفر سے واپسی پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے کیا کرتے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت کعب بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں جاتے اور وہاں دو رکعت نفل نماز پڑھتے۔

سوال سفر کی تکلیف کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا؟

جواب حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے۔ کیونکہ وہ تمہارے کھانے، پینے اور سونے میں روک بنتا ہے پس چاہئے کہ جب مسافر اپنا کام مکمل کر لے تو اپنے اہل کی طرف واپسی کے لئے جلدی کرے۔

سوال دوران سفر کسی جگہ پر عارضی قیام یا پڑاؤ ڈالتے وقت کیا دُعا کرنی چاہئے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: یہ دعا مانگے کہ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں اور اس شر سے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے پناہ چاہتا ہوں۔ عربی میں الفاظ یہ ہیں۔

سوال وہ کونسی تین دُعائیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ قبولیت کا شرف بخشتا ہے؟

جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین دعائیں ایسی ہیں جو قبولیت کا شرف پاتی ہیں۔ مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور باپ کی بیٹے کے بارے میں بددعا۔

سوال رات کے وقت سفر کی ممانعت کے متعلق حضور انور نے کونسی روایت بیان فرمائی؟

جواب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سفر کی غرض سے روانہ ہونے کیلئے سورج کے غروب ہو جانے سے رات کی سیاہی کے دور ہونے تک اپنے جانوروں کو نہ کھولو کیونکہ رات کی تاریکی میں شیاطین چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں۔

سوال سفر کے دوران جب رات کا وقت ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا دُعا فرماتے؟

جواب رسول اللہ ﷺ جب سفر کرتے اور رات ہو جاتی تو آپ ؐ دعا کرتے کہ اے زمین! میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔ میں تجھ سے اور جو کچھ تیرے اندر ہے اسکے شر سے، اور جو کچھ تیرے اندر پیدا کیا گیا ہے اس کے شر سے، اور جو کچھ تیرے اوپر چلتا ہے اسکے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں شیر اور اژدھا ور سانپ اور بچھو کے شر سے اور شہروں کے رہنے والوں سے اور بدی کا آغاز کرنے والے سے اور اس بدی سے جس کا اس نے آغاز کیا۔

سوال کاروبار پیشہ لوگوں کو سفر کے متعلق حضور انور نے کیا نصیحت کی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: یہ ہمیشہ مدنظر رہنا چاہئے کہ سفر شروع کرتے وقت بھی اور سفر کے دوران بھی اور واپسی پر بھی کہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کی عبادت سب سے اول ہے۔ جب اس سوچ کے ساتھ آپ اپنے کاروباری سفر کریں گے تو ان میں پہلے سے بہت زیادہ برکت پڑے گی۔ یا تو گھر سے نماز پڑھ کر اور دعا کر کے سفر شروع کریں یا راستے میں رک کر نماز ادا کریں۔ لیکن نماز کو نماز سمجھ کر پڑھنا چاہئے نہ کہ جان چھڑانے کیلئے یا مجبوری کے تحت کہ نماز پڑھنی ہے۔

سوال خطبہ جمعہ کے آخر پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے کس کا ذکر خیر فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایک افسوسناک خبر ہے اس کے بارے میں ذکر کروں گا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی 21 جون کو وفات ہوگئی تھی۔ آپ کی عمر 90 سال تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ کے دوسرے بیٹے تھے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ سفروں میں کافی رہے ہیں۔ اور پھر مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا، یونیورسٹی سے گریجوایشن کی اور اسکے بعد آپ نے زندگی وقف کر دی۔ آپ نے بڑا لمبا عرصہ خدمت سلسلہ کی توفیق پائی۔

......☆......☆......☆......

بقیہ اداریہ از صفحہ نمبر 2

پاکر حقیقی نجات کو حاصل کریں۔ سو قرآن کے نزول کی ضرورتوں میں سے ایک یہ تھی کہ تا مُردہ طبع یہودیوں کو زندہ توحید سکھائے اور دوسرے یہ کہ تا ان کی غلطیوں پر ان کو متنبہ کرے۔ اور تیسرے یہ کہ تا وہ مسائل کہ جو توریت میں محض اشارہ کی طرح بیان ہوئے تھے جیسا کہ مسئلہ حشر اجساد اور مسئلہ بقاء روح اور مسئلہ بہشت اور دوزخ ان کے مفصل حالات سے آگہی بخشے۔ (ایضاً صفحہ 351)

قرآن نے اپنا منصب بہت احسن رنگ میں پورا کیا وحشیوں کو باخدا انسان بنایا لیکن اس کے مقابل پر توریت ایک گونگے کی طرح ہے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

یہ بات بالکل ثابت شدہ امر ہے کہ شریعت کے ہر ایک پہلو کو کمال کی صورت میں صرف قرآن نے ہی دکھلایا ہے۔ شریعت کے بڑے حصے دو ہیں۔ حقّ اللہ اور حقّ العباد۔ یہ دونوں حصے صرف قرآن شریف نے ہی پورے کئے ہیں۔ قرآن کا یہ منصب تھا کہ تا وحشیوں کو انسان بناوے اور انسان سے بااخلاق انسان بناوے اور بااخلاق انسان سے باخدا انسان بنائے۔ سو اس منصب کو اُس نے ایسے طور سے پورا کیا کہ جس کے مقابل پر توریت ایک گونگے کی طرح ہے۔ (ایضاً صفحہ 352)

توریت اور انجیل کے ہوتے ہوئے قرآن کی ضرورت قرآن نے ہی یہودیوں اور عیسائیوں کے جھگڑوں کا فیصلہ فرمایا

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

اور منجملہ قرآن کی ضرورتوں کے ایک یہ امر بھی تھا کہ جو اختلاف حضرت مسیح کی نسبت یہود اور نصاریٰ میں واقع تھا اُسکو دور کرے سو قرآن شریف نے ان سب جھگڑوں کا فیصلہ کیا...... یہودی لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ نصاریٰ کا نبی یعنی مسیح صلیب پر کھینچا گیا۔ اس لئے موافق حکم توریت کے وہ لعنتی ہوا اور اس کا رفع نہیں ہوا۔ اور یہ دلیل اس کے کاذب ہونے کی ہے‘‘۔ اور عیسائیوں کا یہ خیال تھا کہ لعنتی تو ہوا مگر ہمارے لئے اور بعد اس کے لعنت جاتی رہی اور رفع ہو گیا اور خدا نے اپنے دہنے ہاتھ اس کو بٹھا لیا......سو یہی جھگڑا مسیح کے بارے میں یہود اور نصاریٰ میں چلا آتا تھا جس کو آخر قرآن شریف نے فیصلہ کیا۔ پھر ابھی تک نصاریٰ کہتے ہیں کہ قرآن کے اترنے کی کیا ضرورت تھی۔ اے نادانوں! اور دلوں کے اندھو! قرآن کامل توحید لایا۔ قرآن نے عقل اور نقل کو ملا کر دکھلایا۔ قرآن نے توحید کو کمال تک پہنچایا۔ قرآن نے توحید اور صفات باری پر دلائل قائم کئے۔ اور خدا تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت عقلی نقلی دلائل سے دیا۔ اور کشفی طور پر بھی دلائل قائم کئے۔ اور وہ مذہب جو پہلے قصہ کہانی کے رنگ میں چلا آتا تھا اس کو علمی رنگ میں دکھلایا۔ اور ہر ایک عقیدہ کو حکمت کا جامہ پہنایا۔ اور وہ سلسلہ معارف دینیہ کا جو غیر مکمل تھا اس کو کمال تک پہنچایا۔ اور یسوع کی گردن پر سے لعنت کا طوق اتارا۔ اور اس کے مرفوع اور سچا نبی ہونے کی شہادت دی۔ تو کیا اس قدر فیض رسانی کے ساتھ ابھی قرآن کی ضرورت ثابت نہ ہوئی؟

یہ یاد رہے کہ قرآن نے بڑی صفائی سے اپنی ضرورت ثابت کی ہے۔ قرآن صاف کہتا ہے اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا ط یعنی اس بات کو جان لو کہ زمین مر گئی تھی اور اب خدا نئے سرے اسکو زندہ کرنے لگا ہے۔ تاریخ شہادت دیتی ہے کہ قرآن کے زمانہ قرب نزول میں ہر ایک قوم نے اپنا چال چلن بگاڑا ہوا تھا۔ پادری فنڈل مصنف میزان الحق باوجود اس قدر تعصب کے جو اس کے رگ و ریشہ میں بھرا ہوا تھا میزان الحق میں صاف گواہی دیتا ہے کہ قرآن کے نزول کے زمانہ میں یہود و نصاریٰ کا چال چلن بگڑا ہوا تھا اور ان کی حالتیں خراب ہو رہی تھیں اور قرآن کا آنا ان کے لئے ایک تنبیہ تھی......اور پھر کہتے ہیں کہ قرآن کی ضرورت کیا تھی۔ اے غافلو! اور دلوں کے اندھو! قرآن جیسے ضلالت کے طوفان کے وقت میں آیا ہے کوئی نبی ایسے وقت میں نہیں آیا۔ اس نے دنیا کو اندھا پایا اور روشنی بخشی۔ اور گمراہ پایا اور ہدایت دی۔ اور مردہ پایا اور جان عطا فرمائی، تو کیا ابھی ضرورت ثابت ہونے میں کچھ کسر رہ گئی؟ (ایضاً صفحہ 353 تا 356)

ہم نے صرف اِسی کتاب سے یعنی ’’سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب‘‘ سے کچھ موازنہ توریت و انجیل کا قرآن کریم سے پیش کیا ہے۔ اگر مسیح موعود علیہ السلام کی اَور کتابیں بھی شامل کر لی جائیں تو یہ ایک لمبا مضمون ہو جائے گا۔ آئندہ شمارہ میں ہم انشاء اللہ چند ایک موازنہ اَور پیش کر کے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پُرشوکت انعامی چیلنج بھی پیش کریں گے۔ (منصور احمد مسرور)

......☆......☆......☆......

درخواست دعا

خاکسار کے بیٹے مکرم سفیر احمد بٹ آف ریشی نگر (کشمیر) کا مورخہ 30 / ستمبر 2021 کو دائیں ٹانگ میں ایک ایکسیڈنٹ کی وجہ سے آپریشن ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپریشن کامیاب ہوا ہے۔ قارئین بدر سے بیٹے کی جلد کامل شفایابی کیلئے دعا کی درخواست ہے۔ (محمد رفیق بٹ، جماعت احمدیہ ریشی نگر، کشمیر)

شعبہ نور الاسلام کے تحت

اس ٹول فری نمبر پر فون کر کے آپ مسلم جماعت احمدیہ کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں

ٹول فری نمبر : 1800 103 2131

اوقات: روزانہ صبح 8:30 بجے سے رات 10:30 بجے تک (جمعہ کے روز تعطیل)

NAVNEET JEWELLERS نونیت جیولرز

Manufacturers of All Kinds of Gold and Silver Ornaments

خالص سونے اور چاندی کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

’الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ‘ کی دیدہ زیب انگوٹھیاں

اور لاکٹ وغیرہ احمدی احباب کیلئے خاص

Main Bazar Qadian (Gsp) Punjab (Ph. 01872-220489, (R) 220233

طالب دعا:
شیخ سلطان احمد
ایسٹ گوداوری
(آندھرا پردیس)

99633 83271 Pro. SK.Sultan 97014 62176

Oxygen Nursery

All kind of Plants are Available.

Rajahmundry

Kadiyapu lanka, E.G.dist.

Andhra Pradesh 533126.

#email. oxygennursery786@gmail.com

Love for All...Hatred for None

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadrqadian.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly **BADAR** Qadian

Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA Qadian - 143516

Postal Reg. No. GDP/001/2019-22 Vol. 70 Thursday 14 - October - 2021 Issue. 41

MANAGER
SHAIKH MUJAHID AHMAD
Mobile : +91 99153 79255
e-mail: managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.800/- (Per Issue : Rs.16/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

وہ اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے وہ اللہ کی راہ میں شہادت پانے والے ہیں اور انہیں خلیفہ بنایا جائے گا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم المرتبت بدری صحابی اور دوسرے خلیفہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اوصاف حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 8/ اکتوبر 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد (برطانیہ)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کی فتوحات کا ذکر چل رہا تھا۔ حضرت عمر کی سیرت وسوانح لکھنے والے ایک سیرت نگار علامہ شبلی نعمانی حضرت عمرؓ کی فتوحات اور اس کے اسباب اور عوامل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک مؤرخ کے دل میں فوراً یہ سوال پیدا ہوں گے کہ چند صحرانشینوں نے کیونکر فارس اور روم کا تختہ الٹ دیا۔ کیا یہ تاریخ عالم کا کوئی استثنائی واقعہ تھا؟ کیا ان واقعات کو سکندر اور چنگیز خان کی فتوحات سے تشبیہ دی جاسکتی ہے؟ اور جو کچھ ہوا اس میں فرمانروائے خلافت کا کتنا حصہ تھا؟ پہلے سوال کا جواب یورپین مؤرخوں نے یہ دیا ہے کہ اس وقت فارس اور روم دونوں سلطنتیں اوج اقبال سے گر چکی تھیں کوئی لائق شخص جو حکومت کو سنبھال سکتا ہو موجود نہ تھا۔ دربار کے عمائدین اور ارکان میں سازشیں شروع ہوگئی تھیں ایک اور وجہ یہ ہوئی کہ ایران میں بعض فرقے مثلاً نسطوریہ اور مزدکیہ جن کو حکومت کی پناہ حاصل نہ تھی انہوں نے مسلمانوں کو اس حیثیت سے اپنا پشت پناہ سمجھا کہ وہ کسی مذہب اور عقائد سے تعرض نہیں کرتے تھے۔ یہ یورپین مؤرخین کا نظریہ ہے۔

علامہ شبلی نعمانی کہتے ہیں کہ یہ جواب گو واقعیت سے بالکل خالی نہیں ہے لیکن جس قدر واقعیت ہے اس سے زیادہ طرز استدلال کی ملمع سازی ہے جو یورپ کا خاص انداز ہے۔ بے شبہ اس وقت فارس اور روم کی سلطنت اصلی عروج پر نہیں رہی تھیں لیکن اس کا صرف اس قدر نتیجہ ہوسکتا تھا کہ وہ پرزور قوی سلطنت کا مقابلہ نہ کرسکتیں نہ یہ کہ عرب جیسی بے سروسامان قوم سے ٹکرا کر پرزے پرزے ہو جاتیں۔ پھر علامہ شبلی نعمانی کہتے ہیں کہ مزدکیہ اور نسطوری فرقہ گو ایران میں موجود تھا لیکن ہمیں تمام تاریخ میں ان سے مسلمانوں کو کسی قسم کی مدد ملنے کا حال معلوم نہیں ہوتا۔ پھر جہاں تک آلات حرب وضرب کا سوال ہے مسلمانوں کے آلات کا روم وفارس کے آلات سے کوئی مقابلہ ہی نہ تھا۔ اُن کا ہر سامان لوہے کا تھا جبکہ مسلمانوں کا زیادہ تر سامان لکڑی اور چمڑے کا تھا۔ علاوہ ازیں اور بھی لحاظ سے روم وفارس کو مسلمانوں کے مقابلہ میں فوقیت حاصل تھی۔ ہمارے نزدیک اس سوال کا اصلی جواب صرف اس قدر ہے کہ مسلمانوں میں اس وقت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت جو جوش عزم استقلال بلند حوصلگی دلیری پیدا ہوگئی تھی اور جس کو حضرت عمر نے اور زیادہ قوی اور تیز کر دیا تھا روم اور فارس کی سلطنتیں عین عروج کے زمانے میں بھی اس کی ٹکر نہیں اٹھا سکتی تھیں۔ البتہ اس کے ساتھ اور چیزیں بھی مل گئی تھیں جنہوں نے فتوحات میں نہیں بلکہ قیام حکومت میں مدد دی۔ اس میں سب سے مقدم چیز مسلمانوں کی راست بازی اور دیانتداری تھی۔ جو ملک فتح ہوتا تھا وہاں کے لوگ مسلمانوں کی راست بازی سچائی کے اس قدر گرویدہ ہو جاتے تھے کہ باوجود اختلاف مذہب کے ان کی سلطنت کا زوال نہیں چاہتے تھے۔

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ سکندر اور چنگیز وغیرہ کا نام لینا یہاں بالکل بے موقع ہے۔ بے شبہ ان دونوں نے بڑی بڑی فتوحات حاصل کیں لیکن کس طرح؟ قہر ظلم اور قتل عام کی بدولت۔ پھر اسلامی فتوحات سے چنگیز اور سکندر کی فتوحات کا کس طرح موازنہ ہوسکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فتوحات میں کبھی قانون اور انصاف سے تجاوز نہیں ہوسکتا تھا۔ آدمیوں کا قتل عام ایک طرف درختوں کے کاٹنے تک کی اجازت نہیں تھی۔ ایک اور بڑا واضح اور صریح فرق یہ ہے کہ سکندر وغیرہ کی فتوحات گزرنے والے بادل کی طرح تھیں ایک دفعہ زور سے آیا اور نکل گیا ان لوگوں نے جو ممالک فتح کئے وہاں کوئی نظم حکومت نہیں قائم کیا اس کے برخلاف فتوحات فاروقی میں یہ استواری تھی کہ جو ممالک اس وقت فتح ہوئے تیرہ سو برس گزرنے پر آج بھی اسلام کے قبضہ میں ہیں اور خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں ہر قسم کے ملکی انتظامات وہاں قائم ہوگئے تھے۔

آخری سوال کا جواب دیتے ہوئے علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ عام رائے یہ ہے کہ فتوحات میں حضرت عمرؓ کا اتنا کردار نہیں ہے بلکہ اس وقت کے جوش اور عزم کی جو حالت تھی اسی کی وجہ سے تمام فتوحات ہوئیں۔ ہماری رائے کے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے جو کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کا کردار نہیں ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بھی تو آخر وہی مسلمان تھے لیکن کیا نتیجہ ہوا۔ جوش اور اثر بے شبہ برقی قوتیں ہیں لیکن یہ قوتیں اس وقت کام دے سکتی ہیں جب کام لینے والا بھی اسی زور اور قوت کا ہو۔ قیاس اور استدلال کی ضرورت نہیں واقعات خود اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ تاریخ طبری میں اگر عراق کے واقعات کو تفصیل سے دیکھو تو صاف نظر آتا ہے کہ ایک بڑا سپہ سالار دُور سے تمام فوجوں کو لڑا رہا ہے اور جو کچھ ہوتا ہے اس کے اشاروں پر ہوتا ہے۔ دو نہایت خطرناک معرکے ایک نہاوند کا معرکہ اور دوسرا جب قیصر روم نے جزیرہ والوں کی اعانت سے دوبارہ حمص پر چڑھائی کی تھی، ان پر نظر ڈالنے سے صاف ثابت ہوجاتا ہے کہ جب سے دنیا کی تاریخ معلوم ہے آج تک کوئی شخص فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر فاتح نہیں گزرا جو فتوحات اور عدل دونوں کا جامع ہو۔

حضور پرنور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو دعا دیتے ہوئے فرمایا کہ نئے کپڑے پہنو اور قابل تعریف زندگی گزارو اور شہیدوں کی موت پاؤ۔

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان احد پہاڑ پر چڑھے تو وہ ان کے سمیت ہلنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ احد ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے کہا کہ عالم اسلام حضرت عمر کی وفات پر روئے گا۔ شہادت کی تمنا جو حضرت عمر کو تھی اس کے بارے میں روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ام المؤمنین حضرت حفصہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے اللہ مجھے اپنے رستے میں شہادت نصیب فرما اور مجھے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں وفات دے۔ کہتی ہیں کہ میں نے کہا یہ کیسے ممکن ہے تو حضرت عمر نے فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آتا ہے جس طرح وہ چاہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر دعا کیا کرتے تھے کہ الٰہی میری موت مدینہ میں ہو اور شہادت سے ہو۔ انہوں نے یہ دعا محبت کے جوش میں کی ورنہ یہ دعا تھی بہت خطرناک۔ اس کے معنی یہ بنتے تھے کہ کوئی اتنا زبردست غنیم ہو ایسا حملہ آور ہو جو تمام اسلامی ممالک کو فتح کرتا ہوا مدینہ پہنچ جائے اور پھر وہاں آ کر آپ کو شہید کرے لیکن اللہ تعالیٰ جو دلوں کا حال جانتا ہے اس نے حضرت عمر کی اس خواہش کو بھی پورا کر دیا اور مدینہ کو بھی ان آفات سے بچا لیا جو بظاہر اس دعا کے پیچھے مخفی تھیں اور وہ اس طرح کہ اس نے مدینہ میں ہی ایک کافر کے ہاتھ سے آپ کو شہید کروا دیا۔ بہر حال حضرت عمر کی دعا سے پتہ لگ جاتا ہے کہ انکے نزدیک خدا تعالیٰ کے قرب کی یہی نشانی تھی کہ اپنی جان کو اس کی راہ میں قربان کرنے کا موقع مل سکے لیکن آج قرب کی یہ نشانی سمجھی جاتی ہے کہ خدا بندے کی جان بچالے۔

حضور انور نے فرمایا: حضرت عوف بن مالک نے ایک خواب دیکھا کہ لوگ ایک میدان میں جمع کئے گئے ہیں ان میں سے ایک شخص دوسرے لوگوں سے تین ہاتھ بلند ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے۔ کسی نے کہا یہ عمر بن خطاب ہیں میں نے پوچھا کہ وہ کس وجہ سے باقی لوگوں سے بلند ہیں۔ اس نے کہا ان میں تین خوبیاں ہیں وہ اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے وہ اللہ کی راہ میں شہادت پانے والے ہیں اور انہیں خلیفہ بنایا جائے گا۔ پھر حضرت عوف نے یہ خواب حضرت ابوبکر کو سنائی اور تو حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو بلایا اور ان کو بشارت دی۔ پھر جب حضرت عمر خلیفہ بنے تو آپ شام کی طرف گئے۔ آپ خطاب فرما رہے تھے کہ آپ نے حضرت عوف کو دیکھا۔ آپ نے انہیں بلایا اور منبر پر چڑھا لیا اور انہیں کہا کہ اپنی خواب سناؤ۔ انہوں نے اپنی خواب سنائی اس پر حضرت عمر نے فرمایا۔ جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ میں اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا تو میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے بنا دے گا اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مجھے خلیفہ بنایا جائے گا تو میں خلیفہ مقرر ہو چکا ہوں اور میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ جو اس نے میرے سپرد کیا ہے وہ اس میں میری مدد فرمائے اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ شہید کیا جاؤں گا تو مجھے شہادت کیسے نصیب ہوسکتی ہے میں جزیرہ عرب میں ہی رہتا ہوں اور اپنے اردگرد کے لوگوں سے جنگ نہیں کرتا۔ پھر فرمایا کہ اگر اللہ نے چاہا تو وہ اس شہادت کو لے آئے گا یعنی گو بظاہر حالات نہیں ہیں لیکن اگر اللہ چاہے تو لا سکتا ہے۔

شہادت کے واقعہ کی تفصیل صحیح بخاری میں یوں بیان ہوئی ہے۔ روای عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ ایک روز نماز فجر کیلئے حضرت عمر نے جونہی اللہ اکبر کہا مَیں نے ان کو کہتے سنا کہ مجھے قتل کر دیا یا کہا مجھے کتے نے کاٹ کھایا ہے۔ حملہ آور عجمی دودھاری چھری لئے ہوئے بھاگا۔ پکڑے جانے کے خوف سے وہ لوگوں کو زخمی کرتا جاتا تھا یہاں تک کہ اس نے تیرہ آدمیوں کو زخمی کیا ان میں سے سات مر گئے۔ جب اس نے یقین کر لیا کہ وہ پکڑا گیا تو اس نے اپنا گلا کاٹ لیا۔ حضرت عمر نے کہا ابن عباس دیکھو مجھ کو کس نے مارا ہے۔ حضرت ابن عباس نے کچھ دیر چکر لگایا پھر آئے اور انہوں نے بتایا کہ مغیرہ کے غلام نے۔ حضرت عمر نے فرمایا وہی جو کاریگر ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا ہاں۔ حضرت عمر نے فرمایا اللہ اسے ہلاک کرے میں نے اس کے متعلق نیک سلوک کرنے کا حکم دیا تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اللہ نے میری موت ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں کی جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہو۔ آپؓ نے عبداللہ بن عمر سے کہا کہ حضرت عائشہ ام المؤمنین کے پاس جاؤ اور ان سے کہنا کہ عمر آپ کو سلام کہتا ہے اور اجازت چاہتا ہے کہ اسے ان کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن کیا جائے۔ عبداللہ بن عمر گئے تو انہیں دیکھا کہ بیٹھی رو رہی تھیں۔ حضرت عائشہ کہنے لگیں کہ مَیں نے اس جگہ کو اپنے لئے رکھا ہوا تھا لیکن آج میں اپنی ذات پر ان کو مقدم کروں گی۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے آ کر بتایا کہ حضرت عائشہ نے اجازت دیدی ہے اس پر حضرت عمر کہنے لگے الحمد للہ اس سے بڑھ کر اور کسی چیز کی مجھے فکر نہ تھی۔

حضور انور نے فرمایا یہ ذکر انشاء اللہ آئندہ بھی ہوگا۔ اسکے بعد حضور انور نے مکرم قمر الدین صاحب مبلغ سلسلہ انڈونیشیا اور مکرمہ صبیحہ ہارون صاحبہ اہلیہ سلطان ہارون خان صاحب کا ذکر خیر فرمایا اور نماز جمعہ کے بعد دونوں مرحومین کی نماز جنازہ غائب ادا کی۔ ☆☆☆

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad